
AUGUST 1971
PRICE
1-50
EDITOR
G. N. NANDA



वासुदेव----भगवान् को गोकुल ले जा रहे हैं।

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

اوم دہلی

اجمیری گیٹ دہلی ۶

فہرست مضامین

بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۷۱ء

قیمت فی پرچہ Rs 1/50

چندہ سالانہ /15 روپے

وی پی منگوانے پر دو روپیہ زائد یعنی /17 روپے

ممالک غیر سے /25 روپے

رقم بذریعہ فارن پوسٹل منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں۔ (پوسٹل آرڈر یا چیک ارسال نہ کریں)

ایڈیٹر

گورکھ ناتھ ننده

باہتمام شری گورکھ ناتھ ننده ایڈیٹر پرنٹر پبلیشر مالک نے سود لیتھو پریس پٹودی ہاؤس دہلی ۶ میں چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ مکان نمبر ۶۲۱ سے شائع کیا۔

سنکٹ موچن کیلئے۔
پرارتھنا



ویَد پوران بکھان کریں
مُنی من رنجن کھل دل گنجن
سُر مُنی نائیک جن سکھ دائیک
تربھون سوامی انتریامی
سُندر روپا شیام سُروپا
لیلا دھاری جن ہتکاری
ویَد پوران بکھان کریں
ہے! بھگونتا۔ لکھشمی کنتا
سب گُن آگر وشو اُجاگر
جھوٹی آشا چھائی نراشا
پرگٹو کرپالا۔ دین دیالا
بخشش ہارے پالن ہارے
ویَد پوران بکھان کریں
جب جب بپت پڑی بھگتن پر
دینا بندھو دیا کے سندھو
سُنا ہے تم نے یُگ یُگ میں
دھرو۔ پرھلاد۔ اہلیا۔ شبری
دین۔ ادھین۔ ملین۔ ہین ہم
ویَد پوران۔ بکھان کریں
چھائی بھینکر گھور گھٹائیں
جو اندھکار کا ناش کرے
ڈگمگ ڈولے جیون نیا
کہت کوی دل آرت سوز سے

پربھو سنکٹ موچن نام تہارو
بھو بھے بھنجن بپتا ٹارو
بنے سہائیک بیگ پدھارو
گھٹ گھٹ گامی شیگھر نہارو
سُر نر بھوپا شسستر دھارو
اُسر سنگھاری اُسر سنگھارو
پربھو سنکٹ موچن نام تہارو
شوک میں جنتا شوک نوارو
کرونا ساگر کاج سنوارو
کیجے پرکاشا مٹے اندھیارو
ہے پرتی پالا پتت اُدھارو
تارن ہارے۔ نیا تارو
پربھو سنکٹ موچن نام تہارو
تب تب آکر بپت نواری
ٹیرت ہیں تو ہے نر ناری
گج۔ گیدھ۔ اجامل۔ گنگا تاری
ڈھنٹے بند آئے کی بگڑی سنواری
اتی بھل کامی ادھم اُدھارو
پربھو سنکٹ موچن نام تہارو
ایسے سمے ہیں سہارا تمہیں ہو
وے اوناشی اُجیارا تمہیں ہو
آشرے ماتر کنارا تمہیں ہو
کرونا کر بیچ وِرد سنبھارو

ویَد پُران۔ بکھان کریں
پربھو سنکٹ موچن نام تہارو

نوٹ = ہمارے اس پوتر بھارت دیش کو اندرونی اور بیرونی شترووں نے گھیر لیا ہے۔ اور ہماری ناستک حکومت نیز ناستک لوگوں کے پاپ کرم اب اپنا پھل دینے کیلئے سامنے آچکے ہیں۔ دنیا بھر کی حکومتیں پاکستان کی امداد پر تلی ہوئی ہیں لیکن ہمارا کوئی ساتھی نہیں۔ ایسے سنکٹ کو دور کرنے کیلئے آج سب آستک پرشوں کو (بلا لحاظ مذہب و ملت) پرماتما سے پرارتھنا (دعا) کرنی چاہیئے۔ کہ وہ ہمیں اس مہان سنکٹ سے بچاویں۔
کوی دل

اوم

اوم

ایڈیٹر

بھگوان کرشن کی پوجا

(مہابھارت کا ایک ورق)

راجسُو یگیہ

وِشیم پائن جی کہتے ہیں۔۔ جنمیجے! دھرم راج کی ستیہ نشٹھا اور پرجا پالن میں انوراگ کو دیکھکر ساری پرجا اپنے اپنے دھرم کا پالن کرنے لگی۔ شاستر آگیا انوسار ٹیکس وصول کرنے اور دھرم پوروک شاسن کرنے سے راج بھر میں سُکھ اور آنند تھا۔ جب دھرم راج یدھشٹر نے خزانے کو بھرپور دیکھا۔ تب انہوں نے یگیہ کرنے کا سنکلپ کیا۔ اُن دنوں بھگوان کرشن بھی دوارکا سے اندرپرستھ آئے ہوئے تھے۔ جنمیجے! بھگوان کرشن ساکھشات نارائن بھگوان ہیں۔ وہی وید سروپ ہیں۔ بڑے بڑے یوگی اُنکا دھیان دھرتے ہیں۔ جڑ چیتن جگت میں وہ سب سے سریشٹھ ہیں۔ اور تمام برہمانڈ کی اُتپتی اور لئے کے آدھار ہیں۔ وہ تینوں کالوں کے سوامی۔ شرناگتوں کو ابھے دان دینے والے۔ دُشٹوں کا سنگھار کرنے والے اور بھگتوں پر پیار دکھانے والے ہیں۔ وہ اپنے بھاگت یدھشٹر پر کرپا کرنے کیلئے بہت سے رتن بیشمار دھن اور مہان سینا لیکر اندرپرستھ پہنچے۔ سب نے اُنکا ستکار سے سواگت کیا۔ دھرم راج یدھشٹر اپنے تمام بھائی و پروہت دھومئے اور مہرشی وید ویاس وغیرہ رشیوں کو ساتھ لیکر بھگوان کرشن کے پاس گئے۔ پرنام کیا۔ اور بیٹھکر بولے! بھیّا کرشن! یہ سارا بھو منڈل آپ کے پرتاپ سے ہی ہمارے ادھین ہوا ہے۔ یہ سب دھن سمپتی آپ کے ارپن ہے میں چاہتا ہوں کہ اب ودھی پوروک ہون اور برہم بھوج کیا جاوے۔ آپ راجسُو یگیہ کے لئے مجھے آگیا دیجئے۔ اور یگیہ کی دیکھشا سویکار کیجئے۔

بھگوان کرشن نے یُدھشٹر کے گُنوں کا ورنن کرتے ہوئے کہا۔ -- "مہاراج! آپ سمراٹ ہیں۔ آپ کو یہ مہا یگیہ کرنا ہی چاہیئے۔"

نکل اور سہدیو نے پروہت دھومئے کی آگیا انوسار یگیہ کی ساری سامگری اکٹھی کی۔ شری وید ویاس جی تجسوی کرم کانڈی اور وید گیہ برہمنوں کو لے آئے۔ وہ خود یگیہ کے برہما بنے۔ اور سُدا ما سام وید کے اُدگاتا۔ برہم گیانی یگیہ ولکیہ ادھوریو ہوئے۔ پیل اور دھومئے ہوتا ہوئے۔ وشال یگیہ شالا کا پوجن کیا گیا۔ ہزاروں براہمن سگے سمبندھی سکھاؤں کھشتریوں اور منتریوں کے ساتھ سورنی مان دھرم کے سمان یگیہ شالا میں پرویش کیا۔ مہمانوں کی رہائش کے لئے کاریگروں نے الگ الگ استھان ان بستر وغیرہ سے پری پورن بنائے۔ دھرم راج یدھشٹر نے بھیشم دھرت راشٹر۔ گورو درونا چاریہ اور سب کوروؤں کو منتر دیکر بلایا۔ تمام دُنیا کے راجے مہاراجے آئے اور منگلی بھیڑ سے راجسُو یگیہ کی شوبھا بڑھ گئی۔ دھرم راج نے یگیہ کے اگنیوں کی استھاپنا کرکے پوری پوری دکھشنا دیکر یگیہ سے بھگوان کا پوجن کیا۔ انتھی اور اناتھوں کو منہ مانگی وستو دیکر سنتشٹ کیا۔ مہرشی اور منتر کُشل براہمنوں نے اُتم ریتی سے گھی۔ تل جو

ترسمئی (کھیر) وغیرہ کی آہوتیاں دیکر دیوتاؤں کو نہال کر دیا۔

بہت سا دھن دکھشنا میں دیکر براہمنوں کو سنتشٹ کیا۔ کہاں تک کہیں اُس یگیہ سے سبھی ترپت ہوئے۔ ویشمپاین جی کہتے ہیں: "ہے جنمیجے۔ ہون کاریہ سماپت ہونے کے بعد یدھشٹر نے بھیشم پتامہ سے پوچھا۔ "ہے پتامہ! کرپا کر کے بتلائیے کہ اب کونسا کاریہ پہلے کیا جاوے؟ بھیشم پتامہ نے کہا۔ راجن! اب تم سب آئے ہوئے راجاؤں کا سنمان کرو۔ اور جو ان سب سے سریشٹھ ہو۔ اُسکی سب سے پہلے پوجا کرو۔ دھرم راج نے کہا۔ پتامہ! کرپا کر کے بتلائیے کہ ان پدھارے ہوئے سجنوں میں ہم لوگ سب سے پہلے کس کی پوجا کریں۔؟ بھیشم نے کہا! دھرم راج! سنسار بھر میں یدھو ونشیوں کے سرتاج بھگوان کرشن ہی سب سے بڑھکر پوجا کے پاتر ہیں۔ وہ ان سب راجاؤں میں اپنے تیج بل اور پراکرم سے ویسے ہی چمک رہے ہیں۔ جیسے آکاش منڈل میں بھگوان سوریہ" بھیشم کی آگیا ملتے ہی سہدیو نے ودھی پوروک بھگوان شری کرشن کو ارگھ دان کیا۔ اور شری کرشن نے اُسے سویکار کیا۔ چاروں طرف آنند منگل گائے جانے لگے۔

جنمیجے! چیدی راج ششوپال سب سے پہلے شری کرشن کی پوجا دیکھکر چڑ گیا۔ اُس نے بھری سبھا میں بھیشم پتامہ اور یدھشٹر کو دھتکارتے ہوئے شری کرشن کو پھٹکارنا شروع کیا۔ اس نے کہا۔ بڑے بڑے مہاتماؤں اور راج رشیوں کی موجودگی میں راج اُچت پوجا کا پاتر کرشن نہیں ہو سکتا۔ پانڈوؤں نے کرشن کی پوجا کر کے یوگیہ کام نہیں کیا۔ کرشن راجہ نہیں ہے پھر یہ راجاؤں کی سبھا میں پوجا کا پاتر کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ عمر میں بھی دوسروں سے چھوٹا ہے۔ اس کے پتا واسدیو ابھی زندہ ہیں۔ باپ کے ہوتے ہوئے پتر کی پوجا کیسے جائز ہے۔ کیا یہ پنچال (پنجاب) دیش کے نریش دروپد سے بھی بڑھ گیا ہے؟ کیا گورو درونا چاریہ کی موجودگی میں اسکی پوجا کرنا مناسب ہے؟ سب سے پہلے تو وید ویاس کی پوجا ہونی چاہئے تھی۔ اے یدھشٹر! اپنے کل کے سب سے سریشٹھ پتامہ بھیشم پتامہ کی پوجا چھوڑ کر تم نے ایک گوالے کی پوجا کی۔ یہ کہاں تک درست ہے؟ بہادر اشوتتھاما کے سامنے کرشن کی پوجا کس درشٹی سے اُچت ہو سکتی ہے۔ پانڈو ویرو! راج ادھیراج دریودھن۔ بھرت ونش کے آچاریہ مہاتما کرپ آچاریہ۔ سرو گن سمپن بھیشمک کو چھوڑ کر اُن کی حاضری میں تم نے کرشن کی پوجا کر کے بڑا انرتھ کیا ہے۔ یہ کرشن نہ تو رتوج ہے۔ نہ راجہ ہے۔ اور نہ ہی آچاریہ ہے پھر تم نے کس کامنا سے اس کی پوجا کی؟ آپ لوگوں نے ہمیں بلا کر ہمارا اپمان کیا ہے۔

پھر ششوپال نے بھگوان کرشن کو مخاطب کر کے کہا: "کرشن! میں مانتا ہوں کہ پانڈو بیچارے ڈرپوک اور بھولے بھالے تپسوی ہیں۔ اگر انہوں نے تمہاری پوجا کر کے غلطی کھائی۔ تو تمہیں یہ پوجا سویکار ہی نہ کرنی چاہئے تھی۔ ایوگیہ ہو کر تم نے اُسے کیوں سویکار کیا؟ جیسے کُتا چھپ کر ذرا سا گھی چاٹ لے اور اپنے کو دھنیہ دھنیہ ماننے لگے۔ ویسے ہی ایوگیہ پوجا سویکار کر کے اپنے کو بڑا مان رہے ہو۔ تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ تمہاری پوجا کر کے پانڈو تمہارا مذاق کر رہے ہیں۔ ہیجڑے کا بیاہ کرنا۔ اندھے کو روپ دکھانا۔ راج ہین کو راجاؤں کی سبھا میں بٹھا دینا جس پرکار اپمان ہے۔ ویسے ہی تمہاری یہ پوجا ہے۔" ایسا کہہ کر ششوپال آسن سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کچھ راجاؤں کو ساتھ لے کر وہاں سے جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ دھرم راج یدھشٹر نے فوراً ششوپال کے پاس جا کر سمجھاتے ہوئے میٹھی بانی سے کہا۔ "راجن! آپ کا کہنا اُچت نہیں ہے۔

کرٹوی بات کہنا ادھرم ہے۔ ہمارے پتامہ جی دھرم کا رہسیہ نہ جانتے ہوں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ آپ ویرتھ اُن کا ترسکار نہ کیجئے۔ دیکھئے یہاں آپ سے بھی ودیا میں بڑھے چڑھے بہت سے راجہ ہیں۔ اُن میں سے کسی کو بھگوان کرشن کی پوجا بُری معلوم نہیں ہوئی۔ چیدی نریش! پتامہ بھیشم ہی بھگوان کرشن کے اصلی سروپ کو جانتے ہیں۔ شری کرشن کے سمبندھ میں جیسا اُنکو تتو گیان ہے ایسا آپ کو نہیں ہے۔ یدھشٹر اس پرکار کہہ ہی رہے تھے کہ بھیشم پتامہ نے یدھشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دھرم راج! بھگوان کرشن تریلوکی میں سب سے سریشٹھ ہیں۔ جو انکی پوجا نہیں کر سکتا۔ اُسے سمجھانا بیکار ہے۔ کھشتری دھرم کے انوسار جو جسے یدھ میں جیت لیتا ہے۔ وہ اس سے شریشٹھ مانا جاتا ہے۔ بھگوان کرشن نے اِن راجاؤں میں سے کس پر وِجے پراپت نہیں کی ہے؟ ایک کا نام تو بتاؤ؟

یہ صرف ہمارے ہی پوجیہ نہیں بلکہ سارا جگت اُن کی پوجا کرتا ہے۔ یہ سب جگت کے آدھار اور آتما ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ یہاں بہت سے گورو جن اور پوجیہ مہا پُرش حاضر ہیں۔ پھر بھی سب کے آدی کارن ہونے کے ناطے بھگوان کرشن ہی سرو شریشٹھ پوجنیہ ہیں۔ بھگوان کرشن کی پوجا کا نشیدھ کرنے کا کسی کو بھی ادھیکار نہیں ہے۔ میں نے اپنے جیون میں بڑے بڑے گیانی پُرشوں کا ست سنگ کیا ہے۔ اور اُن سے سرو گنوں کے آدھار سروپ بھگوان کرشن کے دِویہ گنوں کا ورنن سُنا ہے۔ بھگوان کرشن نے اپنے جنم سے لے کر جتنے شریشٹھ کرم کئے ہیں۔ اُن کا میں نے مہا پُرشوں سے شرون کیا ہے۔ ارے ششوپال! ہم لوگ کسی سوارتھ سے یا رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہوئے یا اُن کے اُپکاروں کی وجہ سے اُنکی پوجا نہیں کرتے۔ ہماری پوجا کا کارن تو یہ ہے۔ کہ بھگوان کرشن جگت کے سب پرانیوں کے لئے سکھ کے کارن ہیں۔ اور سب کے پوجنیہ ہیں۔ لیش ویرتا اور وجے میں کوئی بھی بھگوان کرشن کے سمان نہیں ہے۔ نہ گیان میں نہ بل میں کوئی بھی سنسار میں شری کرشن جی سے بڑھکر نہیں ہے۔ دان۔ کوشل۔ شاستر گیان۔ ویرتا۔ سنکوچ۔ کیرتی۔ بدھی۔ نمرتا۔ لکشمی۔ دھیرج۔ صبر۔ اور درڑھتا۔ وغیرہ سبھی گن سدا اُن میں نواس کرتے ہیں۔ وہ پرم گیانی ہیں۔ ہم اُن کو اپنا آچاریہ اور گورو مانتے ہیں۔ وہ ہمارے سب کچھ ہیں۔ اس لئے ہم نے سب سے پہلے اُنکی پوجا کی ہے۔ ساری سرشٹی کی اُتپتی اور پرلے کے وہ آدھار ہیں۔ وہ ہی سب سرشٹی کے کرتا ہیں۔ وناش شیل سب ہی پدارتھوں سے پرے وہ اوناشی ہیں۔ اس لئے سب سے بڑھکر پوجنیہ ہیں۔ بھگوان کرشن سدا سروتر سب روپوں میں پرگٹ ہو رہے ہیں۔ یہ کہہ کر بھیشم پتامہ چُپ ہو گئے۔ دیو رشی نارد جی بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ تینوں لوکوں کی ودیا جانتے ہیں۔ اُنہوں نے سب کے سامنے بڑے سپشٹ لفظوں میں کہا۔ کہ جو لوگ کمل نیتر بھگوان کرشن چندر کی پوجا نہیں کرتے۔ وہ زندہ رہتے ہوئے بھی مُردہ لاش کے سمان ہیں۔" اس کے بعد سہدیو نے براہمن اور کھشتریوں کی پوجا کی۔ اس پرکار پوجا کا کام ختم ہوا۔

لیکن ششوپال نے بھری سبھا میں بھگوان کرشن کو گالیاں نکالنی شروع کر دیں۔ اور بھگوان کرشن گمبھیرتا سے سُنتے رہے۔ جب ششوپال چُپ کر گیا۔ تو بھگوان کرشن نے تمام راجاؤں کو مخاطب ہو کر کہا۔

راجاؤ! یہ ہم لوگوں کا سمبندھی ہے۔ پھر بھی ہم سے دشمنی رکھتا ہے۔ اس نے ہم یدو ونشیوں کا ستیاناش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس دُراتما نے میری غیر حاضری میں دوارکا پوری پر حملہ بول دیا اور اسے جلا ڈالنے کی کوشش کی

جس سمے بھوج راج ریوتک پربت پر سیر کرنے گئے ہوئے تھے۔ اس نے اُن کے سبھی ساتھیوں کو مار ڈالا۔ اور کچھ کو باندھ کر اپنی راجدھانی میں لے گیا۔ جب میرے پتا اشومیدھ یگیہ کر رہے تھے۔ تب اس پاپ آتما نے اس میں وگھن ڈالنے کے لئے یگیہ کے گھوڑے کو پکڑ لیا تھا۔ بدو ونشی تپسوی بھرو دان کی پتنی جس سمے سووئیر دیش کے لئے جا رہی تھی۔ یہ اُسے دیکھ کر موہت ہو گیا۔ اور بل پوروک اُسے ہر لیا۔ میری بہن سبھدرا جب ارجن کو پتی روپ میں حاصل کرنے کے لئے تپ کر رہی تھی۔ تب اس دُشٹ نے اُس کا تپ بھنگ کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے بُرا کشٹ ہوتا تھا۔ لیکن اپنی بھوا کنتی کی بات مان کر میں اب تک چُپ رہا۔ آج یہ دُشٹ آپ لوگوں کے سامنے بکواس کر رہا ہے۔ اب میں اس کو سہن نہیں کر سکتا۔ اس کے ننوے اپرادھ میں کھما کر چکا ہوں۔ اب اس کا انت آ چکا ہے۔"

یہ کہہ کر بھگوان کرشن نے سُدرشن چکر کا سمرن کیا۔ سمرن کرتے ہی چکر اُن کے ہاتھ میں چمکنے لگا۔ سُدرشن چکر نے فوراً اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ سب لوگوں کے دیکھتے دیکھتے ششوپال کے منہ سے ایک جیوتی نکلی۔ جو شری کرشن کے مکھ میں سما گئی۔ یہ ادبھت گھٹنا دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے۔ ششوپال کی سہائتا کا دم بھرنے والے راجہ لوگ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ گئے۔ باقی جنتا بھگوان کرشن کی پرشنسا کرنے لگی۔ دھرم راج یدھشٹر کی آگیا سے بھیم سین اور سہدیو نے ششوپال کے پریت سنسکار کا پربندھ کیا۔

اس کے بعد راجہ یدھشٹر نے سبھی راجاؤں کے ساتھ ششوپال کے پتر کو چیدی دیش کا راجیہ سویکار کر لیا اور اُسے تاج پہنا دیا۔"

گیت۔

کروں تیرے گلشن کی میں باغبانی

از

پنڈت برجموہن جی فدا

کروں تیرے گلشن کی میں باغبانی　　ملے تیرے در کی مجھے پاسبانی
تیرے قدموں میں ختم ہو زندگانی　　بڑی ہو گی مجھ پہ یہ مہربانی
مجھے جام وحدت پلائے جا ساقی　　رہے تیرے ساغر میں ہر دم روانی
نہ ساغر ہی کم ہیں نہ مے کی کمی ہے　　پلا اتنی کہ بے خبر ہو جوانی
بھٹکتے ہی گذرے نہ یہ زندگی بھی　　ہمیں بھی تو سمجھا دے رازِ نہانی
اداؤں پہ دنیا کی میں مر مٹا ہوں　　سمجھتا ہوں گو میں یہ مطلق ہیں فانی
خرابی یہی ہے سمجھتے ہوئے بھی　　چلے جاتے ہیں چال اپنی پرانی
یہی ٹیڑھا پن ہے اسے تم نکالو　　نہ جوبن رہے نہ یہ مستی جوانی

تیرے در پہ اب سر نگوں یہ فدا ہے
اُٹھا دو گرا دو یہ تیری رضا ہے

اوم

اوم

گورو گرنتھ صاحب میں

(بھگوان کرشن کی استتی)

(مارُو محلہ 5 - دھنیہ گورو ارجن دیوجی)

اچیُت پاربرہم پرمیشور انتریامی
مدھُو سُودن دامودر سوامی
رکھی کیش گووردھن دھاری
مُرلی منوہر ہری رنگا
موہن مادھو کرشن مُرارے
جگدیشور ہرجیو اُہر سنگھارے
جگ جیون اوناشی ٹھاکر
گھٹ گھٹ واسی ہے سنگا
بھگت وچھل اناتھہ ناتھے
گوپی ناتھ سدگی ہے ساتھے
واسُودیو نرنجن داتے
برن نہ ساکوُں گُن انگا
مُکند منوہر لکھمی نارائن
دروپدی لجّا نوار اُدھارن
کملا کنت کریں کنتوہل
آنند ونودی نہہ سنگا
سانول سُندر رُوپ بناویں
بین سُنت سب موہینگا
بن مالا وبھوکھن کمل نین
سُندر کُنڈل مُکٹ بین
سنکھ چکّر گدا ہے دھاری
مہا سارتھی ست سنگا
پیت پیتمبر تربھون دھنی
جگن ناتھ گوپال مُکھ بھنی
سارنگ دھر بھگوان بیٹھُولا
مئیں گنت نہ آوے سربنگا
آپے گوپی آپے کاہنا
آپ گئو چراویں بانا
آپ اپاویں آپ کھپاویں
تدھ لیپ نہیں اِک تِل رنگا
درشٹ مان ہے سنگل منتھینا
اِک ناگوں دان گوبند سنت رینا
کہو نانک بھگت پیئے سرنائی
دیہو دان سن من رنگ لگا

اننگ گنوں کا ورنن کرنے کا اسمرتھ ہوں۔

نوٹ :- مندرجہ بالا بانی گورو ارجن دیوجی مہاراج کی ہے۔ انہیں ایسے شبد ہیں جن کے ارتھ بالکل سپشٹ ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ گورو مہاراج نے بھگوان کرشن کو ساکھشات نارائن کا اوتار تسلیم کیا ہے مگر بعض ناسمجھ لوگ اپنے من گھڑت ارتھ کر کے اگر اس بانی کو بھی جھٹلانا چاہیں تو وہ پاپ کے بھاگی بنکر نرک گامی ہونگے۔ کاش کہ ہم مکار دشمن انگریز کی کٹل نیتی کو سمجھیں جس نے مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب دیکر ہمیں اوتاروں اور دھرم گرنتھوں سے متنفر کر دیا ہے۔ اور ہم شتر بے مہار کی طرح آجکل کے کلجگی نام نہاد لیڈروں

کے پیچھے آنکھیں بند کر کے بھاگے جا رہے ہیں۔ اور ہم صحیح دھرم مارگ (جرنیلی سڑک) کا تیاگ کر کے غلط راستہ پر گامزن ہو گئے ہیں۔ جو کہ صریحاً تباہی کا راستہ ہے۔ کیونکہ موجودہ سیاست کا اور دھرم کا کوئی میل ہی نہیں ہے۔ دھرم کا راستہ سیاست سے بالکل مختلف ہے۔ دھرم کو چھوڑ کر ہم کبھی سکھ اور شانتی کو پراپت نہیں کر سکتے۔ سناتن ویدک دھرم بھی وہ راستہ ہے جس پر ہمارے رشی منی اوتار اور گورو صاحبان گامزن تھے ہمیں بھی شردھا اور پورن وشواس کے ساتھ اُسی راستہ کو اپنانا چاہیئے۔ ورنہ ہمارا کلیان نہ ہوگا۔

چوتھی پادشاہی شری گورو رامداس جی نے بھی بھگوان کرشن پر شردھا پرگٹ کی ہے اوما ٗن کو پاربرہم کا اوتار مانا ہے۔ اور اُن کی تمام لیلاؤں کا ذکر مندرجہ ذیل بانی میں کر دیا ہے۔ اگر اس بانی پر بھی ہمیں یقین نہ آئے تو ہماری بدقسمتی ہے۔ اور ہمارے پاپ کرم دامن گیر ہیں۔ جو ہمیں کرشن بھگتی سے محروم رکھ رہے ہیں۔"

امرت بانی محلہ ۴

آپے گوپی کاہن ہے پیارا　　بن آپے گئو چرا ہا
آپے ساتول سُندرا پیارا　　آپے بنسی بجا ہا
کوولیا پیڑ آپ مرائیندا پیارا　　کر بالک رُوپ پچا ہا
آپ اکھاڑا پائیندا پیارا　　کر ویکھے آپ چوجا ہا
کر بالک رُوپ اُپائیندا پیارا　　چنڈ ور کنس کیس مارا ہا
آپے ہی بل آپ ہے پیارا　　بل بھنّے مورکھ مُگدا ہا

(سوری گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۶۰۶ میں اس کا ذکر ہے۔")

دسویں پادشاہی گورو گوبند سنگھ جی نے بھی اپنے دشم گرنتھ میں بھگوان کرشن۔ بھگوتی دُرگا اور باقی تمام اوتاروں پر شردھا کے پھول چڑھائے ہیں۔ کاش کے ہم لوگ اپنے دھرم گرنتھوں کا ودھی پُوروک سواد ھیائے کریں۔ ہندوؤں میں تو بیشتر ایسے لوگ ہیں۔ کہ جنہوں نے دشم گرنتھ کو پڑھنا تو درکنار۔ درشن بھی نہیں کئے۔ اور سیاسی لیڈر اس مہان گرنتھ کو منظر عام پر لانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے ہندوؤں اور سکھوں میں نفرت کا جذبہ ختم ہو کر ان کی لیڈری کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔"

جنوری ۱۹۷۲ء کا نیا سالنامہ "پرمارتھ انک" کے نام سے منسوب ہوگا۔ جسمیں ایک مہاتما اور متلاشی کی گفتگو میں ویدانت کا سار بھر دیا گیا ہے۔ منشی سورج نرائن مہر کا گمشدہ درشن اور اُنکی چہل دو رویش کتاب کی ایک دو کہانیاں بھی دیجا رہی ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ سُرت شبد یوگ پر مہرشی شوبرت لال جی برمن کا مضمون ہوگا۔ گورو گرنتھ صاحب میں اناہد شبد کا بیشمار بار ذکر آتا ہے۔ اور آجکل رادھا سوامی مت والے بھی اسی کا پرچار کرتے ہیں ابھیاسی لوگوں کیلئے یہ بہت مفید ثابت ہوگا۔"

اوم اوم

بھگوان کرشن کا ادبھت اوتار

(از قلم شری ایس رام کرشنن)

تیس مارچ سنہ ۱۹۷۰ء کا دن تھا۔ آدھی رات کا سمے دور نہ تھا۔ سینکڑوں شردھالو شری ایس ایس سبھر انیم کے نواس استھان نمبر ۲ بی۔ انکلیشر یا بلڈنگ جیرائی تھانہ (بمبئی شہر کے نواحات میں) میں اکٹھے تھے۔ وہ سب کے سب ہز ہولی نس شری لا شری پنیسری ملائی سوامی گل کے درشنوں کی پرتیکھشا کر رہے تھے۔ مجھے بھی کوئی غیبی شکتی وہاں کشاں کشاں لے گئی۔ حالانکہ اسی شام سوامی جی کے ایک شردھالو نے مجھے بھی وہاں بلایا تھا۔ اور میں نے آنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس کے باوجود کسی غیبی شکتی نے مجھے وہاں جانے پر مجبور کر دیا۔ اور میں اتنا لمبا سفر طے کر وہاں موجود تھا۔ شام کو آٹھ بجے میں اپنی ماتا اور اپنی پتنی کے ہمراہ اپنے گھر سے نکلا اور ایک گھنٹے بعد یعنی پورے نو بجے وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت پوجا چل رہی تھی آرتی سماپت ہونے کے بعد سوامی جی نے وبھوتی بانٹنی شروع کر دی تھی۔

ہمیں پوجا گرہ میں لے جایا گیا۔ میں نے اپنی شردھا بھینٹ کرنے کے بعد سوامی جی سے پرارتھنا کی کہ وہ بھون جرنل (انگریزی کا دھارمک میگزین۔ لیکھک۔ اس کے ایڈیٹوریل سٹاف میں ہی) کے لئے بھگوان کرشن کے بارے ایک مضمون لکھ کر دیں! انہوں نے اس سے پہلے بھگوان رام پر ایک مضمون دیا تھا۔

اس پر سوامی جی کا چہرہ ایک مدھر سی مسکراہٹ سے روشن ہو اٹھا۔ وہ بولے۔ "تو بھگوان رام کے بعد کرشن! ہے بھی ٹھیک بھگوان رام کے بعد ہی بھگوان کرشن کا اوتار ہوا ہے۔"

اس کے بعد سوامی جی نے مجھے تھوڑی دیر باہر رکنے کو کہا۔ میرے ساتھ ہی ڈاکٹر رنگ ناتھن' ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ میڈ (وی آنا) ایل۔ او۔ ڈی۔ او (لنڈن) شری ٹی۔ وی۔ یکملا سوامی لوک سبھا کے سابق ممبر اور دو تین دیگر بھی تھے ہم پوجا گرہ سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے میں چلے گئے۔ اس کمرے میں شردھالوؤں کی بھیڑ اکٹھی تھی۔

ہم باہر آئے تو سوامی جی نے کمرہ بند کر لیا۔ دو تین منٹ بعد ہی سوامی جی نے کمرہ دوبارہ کھول دیا۔ اور خود دہلیز پر کھڑے ہو گئے انہوں نے مجھے سامنے کھڑے ہونے کو کہا تھا۔ اور پھر کہ میں دونوں ہتھیلیاں پھیلا دوں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔

اور سوامی جی ایک ٹکٹکی مجھے دیکھنے لگے۔ میرا ہردے جیسے ایک دم رک گیا۔ سوامی جی کے چہرے سے یوں لگتا تھا کہ وہ باہر کی دنیا سے بے نیاز من کی دنیا میں کھو گئے ہیں۔" ہر طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ اور تب سوامی جی کے منہ سے آتما کو جھنجھوڑ دینے والا تامل بھاشا کا ایک گیت پھوٹ پڑا۔ (یاد رہے کہ سوامی جی صرف تامل بھاشا ہی جانتے تھے) گیت بھگوان موروگ کی استتی میں تھا وہ بہت چھوٹا سا تھا۔ اس کے بعد وہ تامل بھاشا میں ہی بھگوان سے کہنے لگے "پربھو! اس سے پہلے بھی تم نے میری پرارتھنا سویکار کر کے بھون جرنل کیلئے بھگوان رام پر ایک لیکھ دیا تھا۔ اب وہ پھر آئے

ہیں۔ اور بھگوان کرشن پر ایک لیکھ مانگتے ہیں۔ میں آپ سے انورودھ کرتا ہوں کہ میری اس پرارتھنا کو سویکار کریں.... کرپا کریں بھگوان.....

اور سوامی جی کی آواز بے حد مدھم ہوگئی لیکن اس آواز میں گہرائی اور بے چینی زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ سینکڑوں شردھالو اور میں خود دم بخود ہوکر بڑے احترام سے کھڑے رہے۔ سوامی جی نے تین بار بھگوان سے پرارتھنا کی اور تیسری بار کے بعد سوامی جی کا سارا شریر سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔ — اور پھر ایک غیر واضح سی آواز ہوئی۔ جیسے کہیں اوراق پلٹے جا رہے ہیں۔ اور پھر اچانک سوامی جی کی ہتھیلیوں پر کاغذوں کا ایک پلندہ نہ جانے کہاں سے آن گرا۔ اس وقت انہوں نے وہ مجھے دیدیا سبھی شردھالو پربھو کا کیرتن کرنے لگے۔ — میری اور سب کی آنکھوں کے سامنے ایک چمتکار ہوگیا تھا۔

اور میں نے جب اپنی حیرت پر تھوڑا سا قابو پایا تو اپنے ہاتھوں پر دھرے کاغذوں کے پلندے پر نگاہ ڈالی۔ سب سے اوپر عنوان لکھا تھا۔ — "بھگوان شری کرشن"۔ فلسکیپ کے ساڑھے پانچ صفحے تھے۔ جن کے اوپر کے بائیں سرے پر ایک ٹیگ لگاکر باندھا گیا تھا۔ کاغذ کی قسم، ٹائپ کے الفاظ اور ربن کی سیاہی کا رنگ — سب ویسے ہی تھے جیسے پچھلے مضمون کا..... وہ مضمون بھگوان روم پر لکھا گیا تھا۔

شردھالوؤں کی جگیاسا کو شانت کرنے کے لئے میں نے سوامی جی سے وہ لیکھ پڑھنے کی اجازت مانگی۔ میں نے یہ مضمون سیدھا انگریزی میں پڑھ ڈالا۔ ڈاکٹر رنگ ناتھن اس کا ترجمہ ایک ایک فقرے کے ساتھ تامل میں کرتے گئے تھے۔

جب میں یہ مضمون پڑھ رہا تھا تو میں نے دیکھا تھا کہ اس میں سیاہی سے چند غلطیاں درست کی گئی ہیں۔ مثلاً ایک شبد تھا۔ "کاسمک نارم" جسے بڑے شبدوں میں ٹائپ کیا گیا تھا۔ میں نے دیکھا۔ انگریزی کے الفاظ "سی" اور ایف کو کاٹ کر سیاہی سے بڑے اکشروں میں لکھا گیا تھا۔ اس طرح سے اس سارے پلندے میں چھ یا سات غلطیاں سیاہی سے یعنی قلم سے ہاتھ کے ساتھ درست کی گئی تھیں۔

اس بارے میں میرے پوچھے جانے پر سوامی جی نے بتایا کہ "یہ مضمون بھگوان مورگ کے نورن ویروں میں سے ایک نے ٹائپ کیا تھا۔ اور اس میں جو غلطیاں درست کی گئی ہیں اُن کو بھگوان نے اپنے ہاتھوں سے درست کیا ہے" سوامی جی کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا کاغذ تھا۔ دفعتہً اُن کے چہرے پر محویت کا پھر وہی عالم چھانے لگا جیسا کہ پہلے چھایا تھا محویت کے اسی عالم میں سوامی جی نے اپنی انگلی آگے بڑھائی اور اس کاغذ کو چھولیا۔ اور کہا — "پربھو جو اشدھیاں آپ نے درست کی ہیں اُنکی تفصیل دیں"۔ اور تب انہوں نے کاغذ کا وہ ٹکڑا مجھے تھمادیا۔ میں نے حیرت سے دیکھا کہ اس کاغذ پر سیاہی سے اُن اشدھیوں کی فہرست دی گئی تھی۔ فہرست میں آٹھ لائنیں تھیں۔ میرے ساتھ ہی تھانہ میونسپل کمیٹی کے وائس پریزیڈنٹ شری اے ایس۔ ڈیکشت بھی کھڑے تھے۔ وہ شیوسینا کے نیتا ہیں۔ اور اسی مکان میں رہتے بھی ہیں۔ انہوں نے اشدھیوں کی فہرست مجھ سے مانگی اور لیکھ کے ساتھ ملانے لگے وہ بالکل ٹھیک تھی۔ — لیکن ہماری حیرت یہیں پر ختم نہ ہوئی۔

میں نے یونہی دیوار پر لگے کلاک پر نگاہ ڈالی۔ رات کے بارہ بجکر چند منٹ ہی ہوئے تھے۔ میں نے یہ بات کہنے کی جرأت نہ کی کہ بھگوان کرشن پر لکھا گیا یہ دیوی لیکھ بھی عین اُس وقت نیچے گرا ہے جب بھگوان کرشن کا متھرا میں جنم ہوا تھا۔

سمے ہی نہیں اس دن بھی تو اشٹمی اور کرشن پکش کی اشٹمی تھی۔ اس عجیب اتفاق پر میں حیران ہو رہا تھا۔ یہ بات مجھے تب پتہ چلی جب دوسرے دن اسی وشئے پر میں اپنے ایک دوست کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا۔ میں نے یہی بات بعد میں سوامی جی سے پوچھ لی۔ وہ بولے ؛" بھارت ورش ایک مہان پنیہ بھومی ہے اور مہاتماؤں کے مسلسل آگمن سے اُنکے قدموں سے پوتر ہوتی رہی ہے۔ آج بھی اس دھرتی پر مہان آتمائیں موجود ہیں۔ لیکن لوگ اُن کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اُن کی شکتی لاکھوں گنا زیادہ ہے۔ وہ ہمارے سامنے آنے کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ ہمیں ایسے ویکتیوں کی تلاش کرنا ہے تبھی بھارت بھومی کا اُدھار ہوگا۔ لیکن اُس کی مرضی کے بغیر ایک تنکا بھی تو نہیں ہل سکتا۔ میں بھی تو بھگوان کا ایک حقیر سا بھاگت ہوں۔"

بھگوان کرشن نے گیتا میں کہا ہی تو ہے ؛" مورکھ لوگ مجھے ... سرشٹی کے کرتا کو نہیں پہچان پاتے ہیں بھوتک وستروں میں مونا ہوں۔ وہ صرف اُن کو ہی دیکھتے ہیں۔ ... مجھکو نہیں۔"

سوامی جی نے کہا۔" آج کے بھارت میں بھی ایسے مہاپرش آکر بہت سے کاریہ کریں گے۔"

(ایس۔ راما کرشنن۔ ایڈیٹر بھون جرنل)

وہ لیکھ جو سوامی جی کو دیویہ شکتی سے ملا۔

بھگوان کرشن کا اوتار سمپورن اوتار ہے۔ بھگوان کرشن نے اپنے اوتاری پُرش ہونے کی بات بار بار کہی ہے۔ وہ بھگوان رام کی طرح نہ تھے۔ بھگوان رام کو اُن کے اوتار ہونے کی بات بتانی پڑی تھی۔ رام نے کہا تھا۔ میں اپنے آپکو ایک عام انسان سمجھتا ہوں۔ جب اُن سے برھما اور دوسرے دیوتاؤں نے پوچھا کہ وہ اُس وقت خاموش کھڑے کیوں دیکھتے رہے جب بھگوتی سیتا اگنی پریکشا کے لئے آگ میں کود گئی تھیں۔ تو بھگوان نے اوپر والا جواب دیا تھا (آتم منم منشیم مانیہ) لیکن بھگوان کرشن نے کہا تھا۔" میں سادھو لوگوں کی رکھشا کے لئے اور دشٹوں کا ناش کرنے کے لئے اور دھرم کی ستھاپنا کے لئے ہر یگ میں جنم لیتا ہوں۔"

بھگوان کرشن نے کسی وقت بھی وشنو کا اوتار ہونے کی بات کو کسی جگہ بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی۔ جنم کال سے ہی انہوں نے سرشٹی کے کرتار کے روپ میں خود کو ظاہر کیا۔ جب وہ جیل خانے میں پیدا ہوئے تو اپنی ماتا دیوکی اور پتا وسودیو کو وشنو کے روپ میں نظر آئے تھے۔ انہوں نے دیوکی کو بتایا تھا۔" سوایمبھو منونتر میں تمہارے پتی وسودیو پرجاپتی تھے۔ اُن کا نام ستپ تھا۔ تمہارا نام تب پرسنی تھا۔ برھما نے تم دونوں کو سنتتی کرنے کی آگیا دی تھی۔ تم دونوں نے تب میرے لئے برھما کے آگے بھگتی کی اور جب میں آیا تو تم دونوں نے ور مانگا۔ کہ میں تین بار آپ کے ہاں جنم لوں۔ اس کارن میں تین بار آپکے گربھ میں پتر بن کے آیا ہوں۔ دوسرے جنم میں تم ادتی تھیں اور وسودیو کشیپ تھے۔ تب میں وامن بن کر آیا تھا۔ اب یہ تمہارا تیسرا جنم ہے۔ اب میں آخری بار آپ کا پتر بن کر آیا ہوں۔ اس کے بعد تمہارا کوئی جنم نہ ہوگا۔ میں نے یہ بات تمہیں اسلئے بتائی ہے کہ تم کو اپنے پچھلے جنموں کا حال معلوم ہو سکے اور اسی کے مطابق آپ بھوشیہ میں کاریہ کر سکیں۔ میں اب انسی روپ میں جنم لوں گا۔ جس روپ میں کہ تم نے میرے درشن کئے۔ یہ اوتار نہ صرف تمہاری اچھائیں ہی پوری کریگا۔ بلکہ دیو کاریہ

بھی کریگا۔ اس لئے ہے وسودیو! تم نے مجھے گوکل میں لے جانا ہوگا۔ مجھے یشودھا کے پاس لٹا دینا ہوگا۔ یشودھا کے بھی ایک پُتری جنم لے رہی ہے۔ وہ میری یوگ مایا ہے۔ اس جیلخانے کے دروازے تمہارے راستے میں رُکاوٹ نہ بنیں گے وہ خود بخود کھُل جائیں گے۔ جمنا بھی راستہ چھوڑ دیگی ،، ۔ اور اس طرح جیل میں ہی دیوکی نے بھگوان کو جنم دیا۔ ،،

اس کے بعد بھگوان نے یشودھا کو سرشٹی کرتا ہونے کا اپنا روُپ دکھایا۔ جب یشودھا نے بال کرشن کو مٹی کھانے پر ڈانٹا اور انہوں نے مُنہ کھولا تو یشودھا کو اُس میں تینوں لوکوں کے درشن ہوئے تھے۔ یشودھا حیران رہ گئی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ کیا وہ جاگ رہی ہے یا سپنا دیکھ رہی ہے؟ تب بھگوان نے وہ درشیہ ہٹا لیا اور سادھارن روُپ میں ہی آ گئے بھگوان کے پیار کو پوری طرح سے پانا چاہتے تھے۔ یشودھا نے بھی پچھلے جنم میں یہ وَر لے رکھا تھا کہ وہ بھگوان کو ماں کا پیار دیسکے کرشن اوتار۔۔۔ پورا اوتار تھا۔ بھگوان نے بہت سے چمتکار دکھائے تھے۔ چمتکاروں کا دکھانا اُس سمے بے حد ضروری ہو گیا تھا۔ ستیہ کی رکھشا اور استیہ کے ناش کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔ یہ وہ سمے تھا۔ جب پاپوں سے بھرے کنس نے اپنے پتا کو گدی سے ہٹا کر متھرا کا سنگھاسن خود ہتھیا لیا تھا۔ اُس نے اپنے سُسر جراسندھ کی سہائتا سے پاپ کا راجیہ پھیلا رکھا تھا۔ ایک طرف کال یون بھی تھا۔ وہ ایک ملیچھ راجہ تھا۔ وہ بھی پاپ کا اوتار تھا۔ دوسری طرف نرکا سُر بھی تھا۔ شسشوپال۔ شالو وغیرہ دوسرے پاپی راجہ بھی تھے۔ اور ان سے تنگ تھے۔ اِن سب کے ناش کیلئے بھگوان کو خود جنم لے کر آنا پڑا تھا۔

بھگوان نے بہت سے چمتکار دکھائے تھے وہ پوتنا کا جیون رَس پی گئے۔ شکٹاسُر کو مار ڈالا تھا۔ نل کوبار اور مَنی گریو جی برکھش بن کر کھڑے تھے۔ بھگوان نے اِن کو انسانی شکل دی تھی۔ بکاسُر اور اگھاسُر بھی یم لوک کو چلے گئے۔ کنس نے کرشن کے چمتکاروں کے بارے میں سُنا لیکن پھر بھی اُسکی آنکھیں نہ کھُلیں اور یہ حیرانی کی بات نہ تھی کیونکہ برھما بھی بھول میں آ گئے تھے۔ انہوں نے بھی بھگوان کو پرکھنے کی کوشش کی تھی۔ بھگوان برہما کی موُرکھتا پر صرف مُسکرا کر رہ گئے تھے۔ اور بھگوان خود برسوں تک گوالے روُپ میں گائیں چراتے رہے تھے۔ برھما نیچے یہ دیکھنے کے لئے آئے کہ اُن کے کاریہ کرشن پر کیسا پربھاؤ ڈال رہے ہیں۔ اس نے بھگوان کی گوئیں لے جا کر چھپا دیں۔ لیکن برھما یہ دیکھکر حیران رہ گیا کہ گوئیں وہاں بھی موجود ہیں۔ جہاں اُس نے اُن کو چھپا رکھا تھا۔ اور وہاں بھی ہیں جہاں کرشن تھے دونوں میں برھما بھی پہچان نہ کر سکے کہ اصلی گوئیں کونسی ہیں۔ اور تب ہی برہما نے دیکھا کہ ہر گائے کے ساتھ کرشن کھڑے ہیں اور ہر کرشن کے سامنے برھما جھک کر نمسکار کر رہا ہے۔ یہ دیکھکر برھما کے ہوش اُڑ گئے۔ وہ بُت بن کر کھڑا رہ گیا۔ اُن کے من سے ویدوں کا گیان مٹ گیا۔ اُسکی شکتیاں جاتی رہیں۔ آنکھیں دھندلی ہو گئیں۔ اور تب بھگوان کرشن نے برھما کا یہ بھرم جال دُور کر دیا۔ برھما کو اُس کی شکتیاں مل گئیں اور بھگوان کرشن سے کھشما مانگنے لگا۔

کرشن کے پتا نند کو بھی پتہ تھا کہ کرشن نارائن کے اوتار ہیں۔ گوپوں نے بھی کرشن کے چمتکاروں کو دیکھا تھا۔ کالیا ناگ کا پکڑنا۔ جنگل کی آگ کو پی جانا۔ گوردھن کو اپنی انگلی پر اُٹھا لینا۔۔۔۔۔ سب لوگ حیران تھے کہ کرشن جادوگر ہے یا کوئی دیوی پُرش؟ نند نے اُن کو بتایا تھا کہ گرگ آچاریہ نے مجھے بتایا ہے کہ کرشن نے ہر یگ میں اوتار لیا ہے۔

وہ نارائن ہے۔ وہ وشنو ہے اور سنسار کی رکھشا کرنے آیا ہے۔،، وہ نارائن ہے۔ وہ بھگوان ہے اور سنسار کی رکھشا کرنے آیا ہے۔،،

کرشن اپنی شکتی تبھی دکھاتے تھے جب ضرورت ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ارجن بھی اُن کے سموہن میں پڑکر اُن کو ایک سادھارن ویکتی ہی سمجھتے تھے۔ دریودھن نے تو اُنکے پکڑنے کی کوشش بھی کی تھی اور تب انہوں نے اپنا وشوروپ دکھایا تھا۔ اندھے دھرت راشٹر نے بھی یہ درشیہ دیکھا تھا۔ ارجن جو ہمیشہ اُن کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ وہ بھی بھرم میں پڑ گیا تھا۔ کوروکھشیتر کے یدھ سنتھل میں اُس نے تو لڑنے سے ہی انکار کردیا تھا۔ تب بھگوان نے اُسے اپنا وراٹ روپ دکھایا تھا۔ اور اُسے لڑنے پر تیار کیا تھا۔ ارجن کا شک جاتا رہا تھا۔ وہ اُن کا وراٹ روپ دیکھکر ڈر گیا تھا۔ کہنے لگا "تم تو سرشٹی کے کرتا ہو سب چیز میں تم اور تم سب میں ہو۔ تم سے پرے کوئی وستو نہیں۔ میرا تمہیں پرنام ہے پربھو! اپنی کرپا کا دان دو۔ ایشور! میں تمہیں کرشن کہکر بلاتا رہا ہوں۔ ہے یادو اور ہے سکھا کہہ کر پکارتا رہا ہوں یہاں تک کہ میں نے تمھارا مذاق تک اڑایا ہے یہ سب میں نے اپنے اگیان میں کیا ہے۔ مجھے کھشما کرو۔ میں نے تمھارا وشوروپ دیکھا ہے۔ میں بھے سے بھر گیا ہوں۔ میں اس وراٹ درشیہ کو اور زیادہ نہیں دیکھ سکتا۔،،

بھگوان پرسن ہو کر بولے۔ میں نے اپنی یوگ شکتی سے تمہیں اپنا انادی، اننت روپ دکھایا ہے۔ اس روپ کے درشن آج تک کسی نے نہیں کئے۔ تم ڈرو نہیں۔ میں اپنے پہلے روپ میں آرہا ہوں۔"

ارجن کو دکھایا جانے والا وشوروپ دھرتراشٹر کے دیکھے وشوروپ سے بڑھ کر تھا۔ یشودھا کے دیکھے روپ سے بھی زیادہ مہان تھا۔ یشودھا کو دکھائے جانے والے روپ کو انہوں نے اپنی مایا سے ڈھانپ رکھا تھا۔ دریودھن کو اہنکار ہو گیا تھا۔ اُس کے اہنکار کو چور کرنے کے لئے انہوں نے اُسے اپنی ایک جھلک بھر دکھائی تھی۔ لیکن ارجن کی بات مختلف تھی۔ ارجن سنشے میں تھا۔ اُسے اپنے دھرم کا گیان نہ رہا تھا۔ بھگوان کو اُس کی اگیانتا دور کر کے اُسے ٹھیک راستہ پر لانا تھا۔ اُنھوں نے پارتھ کو پہلے مختلف یوگ بتائے اپنی وبھوتی بتائی اور اُسے اپنا وراٹ روپ دیکھنے کو دویہ چکھشو دیئے اور اُسے کہا کہ اُن کے وراٹ روپ کو غور سے دیکھے۔ یشودھا اور دریودھن کو دکھائے جانے والے روپ اتفاقیہ تھے لیکن ارجن کو دکھایا جانے والا روپ ایسا نہ تھا۔ ارجن کے علاوہ بھیشم پتامہ کو بھی کرشن کے اوتاری پرش ہونے کا گیان تھا۔

اس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ کرشن اپنے جیون کال میں ہی اوتاری پرش کے ناتے مانے جانے لگے تھے۔ اور جن لوگوں نے بھی اُن کی مخالفت کی اُنکو منہ کی کھانی پڑی۔ نرکاسر کو بھی اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے مارا کال یون کو بھی مچی کند کو یوگ کی اگنی سے بھسم کیا گیا۔ مچی کنڈ کو بھگوان کرشن نے اسی مقصد سے نیار بھی کیا تھا۔ جراسندھ کو مہابلی بھیم نے چیر ڈالا تھا تمام کوروؤں کو، ارجن کے ہاتھوں ناش ہونا پڑا تھا۔ اور ارجن کو بھگوان نے کہا تھا۔۔۔ ہے ستویہ ساچی! تو تو صرف نمت ماتر ہے۔ یہ سب تو پہلے ہی سے کال کے دوارے مار دیئے گئے ہیں۔ تم کھشاتر دھرم کا پالن کرو اور اپنا کرتویہ پورا کرو۔۔۔

ارجن کو مادھیم بنا کر بھگوان نے سنسار کی پرگتی کے لئے۔۔۔۔ سنسار کو۔۔۔۔ گیتا دی ہے۔۔۔۔ گیتا۔۔۔۔ ایک نادی گیتا جسمیں جیون کیلئے۔۔۔۔ جگ جگ کے جیون کیلئے ایک عمل فلسفہ دیا ہے۔ بھگوان نے کہا تھا۔ میرے من کے ہو، میرے بھگت بنو، میری پوجا کرو مجھے پرنام کرو۔ مجھ پر گیند رت رہو۔ جو میری پوجا کرتے ہیں۔ جو ایک من سے میرا دھیان کرتے ہیں۔ میں اُن کی رکھشا کرتا ہوں۔۔"

اوم

شریمد بھگوت گیتا کی

عالمگیر مقبولیت" از قلم پروفیسر نرمل چندر جی"

گیتا ہندی سنسکرتی کا ایک بے بہا اور بے نظیر رتن ہے۔ جو اپنی روحانی چمک اور اپنی خوبصورتی کے باعث عالمگیر مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ عالم خیالات کے سدا بدلتے ہوئے موسم اس کی چمک میں ذرا فرق نہیں لا سکے۔ اور نہ ہی سائنس کی لگاتار بڑھتی ہوئی روشنی اسے ماند کر سکی۔ بلکہ یہ کہنا ذرا مبالغہ نہ ہوگا کہ جوں جوں دنیا آگے بڑھتی ہے۔ یہ رتن اپنی خوبصورتی کو اور ہی اور دکھلاتا ہے۔ اور ایسا نظر آتا ہے کہ نوع انسان کی غیر محدود ترقی کے ساتھ ساتھ اس رتن کی اہمیت اور قدر و قیمت بھی بڑھتی چلی جائیگی۔ مگر ایسا ہونا بلاوجہ نہیں۔ بلکہ قابل فہم ہے۔ دنیا بھر کی کتب مقدسہ جو سب کی سب قابل احترام ہیں۔ کے درمیان بھگوت گیتا ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جو کسی خاص مذہب۔ کسی خاص قوم یا نسل کی کتاب نہیں ہے۔ یہ سب کی ہے اور سب کے لئے ہے۔ چونکہ اس میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ وہ فقط انسانی۔ عالمگیر اور ابدی نقطۂ نگاہ سے کہا گیا ہے اس کا مضمون زندگی ہے۔ رسوم نہیں۔ اس کا اصول سچائی ہے۔ عقائد مسائل نہیں اس کا مقصد سب کی حقیقی اور مشترکہ بہتری ہے اسکی نظر واقعیت پر ہے۔ اسکی دلچسپی روزمرہ کے عملی سوالات میں ہے۔ اسکی حرکت مقرون سے مجرد کی بجائے مجرد سے مقرون کی طرف ہے۔ اور اسکی تعلیم ظہور سے حقیقت کی طرف لے جانے کی بجائے ظہور میں ہی حقیقت کا براہ راست دیدار کراتی ہے۔

یہ ہندی فلسفہ کا نچوڑ ہے اور اسکی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بھارت کلچر کے بے انداز خزانوں کو گویا ایک چھوٹی سی سنہری ڈبیا میں بند کر کے دنیا کے روبرو رکھدیا گیا ہے۔ صرف گیتا ہی اس شاندار کلچر کی ہمہ پہلو نمائندگی کرتی ہے۔ اس میں صرف درشنوں کا ہی نہیں بلکہ ساری اپنشدوں کا جو ہندوستان کی قدیم ترین اور عمیق ترین حکمت کے خزانے ہیں۔ سار نکال کر رکھ دیا گیا ہے۔ بھگوان وید ویاس جی فرماتے ہیں۔

सर्वोपिनिषदो गावो दोग्धा गोपाल नन्दनः।

पार्थो वत्सः सुधीर्भोक्ता दुग्धं गीतामृतं महत् ॥

ارتھ۔ سارے اپنشد گوئیں ہیں۔ دوہنے والا گوپال نندن (شری کرشن) ہے۔ ارجن بچھڑا ہے۔ اور سلیم العقل انسان اس گیتا امرت روپی دودھ کو پینے والا ہے۔

گیتا کا نظریہ ہمہ گیر ہے۔ اور اسی لئے گیتا ہی ایک ایسا دھرم گرنتھ ہے۔ جو کسی بھی مذہب۔ نظام فلسفہ اور طریق عبادت کو خارج نہ کرتا ہوا سبھی مذاہب۔ نظامات فلسفہ اور طریق عبادت کو اپنے اندر انکی مناسب جگہ دیتا ہے انکی حدود سے پرے لے جاتا ہے۔ یہ اختلاف میں وحدت۔ جبریت میں معنی۔ حرکت میں سکون۔ قید میں آزادی۔ فنا میں بقا۔ انیک میں ایک۔ ایک میں انیک۔ آپ میں سب اور سب میں آپ دکھاتا ہوا اور تمام تضادات (دوندوں) سے اوپر اٹھا کر ایسی

نظر بخشتا ہے۔ جو آتما میں ہی پرماتما جگت میں ہی برہم محدود میں ہی غیر محدود اور عارضی میں ہی ابدی دیکھ سکتی ہے۔

گیتا کی اصلی روح ایکتا اور سمگرتا ہے۔ اس میں جڑ چیتن۔ پرکرتی پرش۔ بیوہار پرمارتھ۔ گیان وگیان کا تفرقہ نہیں پایا جاتا۔ یہ سب سچائیوں اور سادھنوں کا سمنوے کرتی ہے۔ گیان بھکتی کرم اور یوگ کو جیون کی پورنتا میں ایک بناتی ہے۔ پرورتی میں نورتی اور نورتی میں پرورتی۔ کرم میں اکرم اور اکرم میں کرم۔ سنگ میں اسنگ بھاو۔ اور اسنگتا میں سنگ کا ہونا دکھاتی ہے۔ زندگی سے فرار کی بجائے۔ اسکی قبولیت سکھلاتی ہے۔ اور دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے بے لوث رہنے کا راز بتلاتی ہے۔

روایتی طور سے یہ تو کرشن اور ارجن کے درمیان مکالمہ ہے۔ ارجن مہابھارت کے میدان جنگ میں لڑائی کیلئے تیار ہو کر داخل ہوتا ہے لیکن جب وہ اپنے مقابلے پر اپنے رشتہ داروں اور محترم بزرگوں کو دیکھکر ان کے مارے جانے کے نتائج کا خیال کرتا ہے۔ تب خوف اور غم کے مارے ہتھیار چھوڑ کر ایسی لڑائی کی نسبت سے بھیک مانگنے کو بھی ترجیح دیتا ہے۔ مگر اس پر بھی وہ خود کو آخری فیصلے کے ناقابل پاکر اپنے ہی رتھ کے سارتھی اور اپنے ہی بے ہتھیار لنگوٹیے یار شری کرشن سے روشنی کا طالب ہوتا ہے۔

شری کرشن جی جو اس مکالمے میں روح کل OVER SOUL کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ارجن کو جو انفرادی روح INDIVIDUAL SOUL کا نمائندہ ہے۔ گیتا کے سات سو شلوکوں میں وہ روشنی دیتے ہیں جو اس خاص یدھ میں ارجن کے سوالات کو ہی مکمل طور پر حل نہیں کرتی۔ بلکہ ساری زمین پر ساری انسانی زندگی کے میدان جنگ کے عالمگیر اور ابدی سوالات کو حل کر سکتی ہے۔

گیتا گیان۔ ساری کائنات ایک حقیقت کا ظہور ہے۔ اور یہ حقیقت اس سے جدا یا باہر یا دور ہونے کی بجائے اسکے اندر ہی موجود اور سب کا اپنا آپ ہے اور یہ چیزوں اور جانداروں کے اندر بٹ نہیں گئی بلکہ ہر ایک جزو میں کل میں کلی طور پر موجود ہے۔ اس میں سب کی وحدت اور سب کا سب سے رشتہ ہے اور یہ غیر محدود اور لا غیر حقیقت صرف ست ہی نہیں بلکہ ہے۔ اور ست اسست سے پرے ہے۔ کل طاقت۔ زندگی۔ شعور۔ خوشی۔ محبت اور خوبصورتی کا اکھٹ بھنڈار ہے۔ یہ دنیا میں نہیں بلکہ دنیا اس کے اندر ہے۔ دنیا انیک روپ ہے۔ یہ ایک ہے۔ دنیا لگاتار بدل رہی ہے۔ یہ نہ بدلتی ہے۔ اور نہ جنمتی مرتی ہے۔

انسان اس حقیقت کا اس زمین پر اعلیٰ ترین ظہور ہے۔ مگر وہ اس حقیقت کی طرف جائے بغیر حیوان ہی رہتا ہے اپنی انسانیت اور اس کی خاص خوشی کو نہیں پاتا۔ اور صرف زندگی (تعلقات کام کاج) میں ہی اس زندہ حقیقت کے ساتھ وصال ہو سکتا ہے۔ زندگی سے بھاگ کر یا کنارہ کش ہو کر کبھی نہیں۔ خود شناسی (آتم گیان) عشق و محبت (بھکتی) عمل (کرم) تینوں ہی وصال ایزدی کے وسیلے ہیں۔ حقیقت (برہم) کو پانے کیلئے جنگلوں کی طرف دوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُسے دنیا میں رہ کر اپنے فرائض ادا کرتے اور انسانی تعلقات رکھتے ہوئے پایا جا سکتا ہے۔"

سب کی ایکتا اور مشترکہ بھلائی کے اصول پر نشکام کرتویہ پالن ہی حقیقی یگیہ۔ تپ اور دان ہے۔ اور اہنکار تیاگ کر

اپنے سارے وجود کو انتر آتما کے سامنے سدا کھلا رکھنا ہی روحانی کمال کا نہائیت گہرا راز ہے۔

گیتا صرف دھرم گرنتھ ہی نہیں۔ بلکہ جیون گرنتھ بھی ہے۔ کیونکہ یہ جیون سے مُکتی کی بجائے جیون کے روزمرّہ کے سوالات کے حل کی روشنی دیتا ہے۔ اس کا سندیش وِشو شانتی کا سندیش ہے۔ اس کے اُجالے میں تمام مذہبی۔ قومی۔ ملکی اور نسلی تضادات دُور ہو جاتے ہیں۔ یہ ہر سوال کو کُل کے نظریہّ سے دیکھتی ہے۔ اور اس لئے اس میں یک طرفہ پن کا دوش پایا نہیں جاتا۔ اسکی تاکید سمگرتا پر ہے۔ اس کا مکالمہ دُنیا اور زندگی کو نئی نظر سے دیکھنا سکھاتا ہے۔ اور موہ بھے شوک کی جڑ ہی اُکھاڑ ڈالتا ہے۔"

گیتا کا ویدانت جنگلوں اور غاروں کا ویدانت نہیں بلکہ گھروں اور بازاروں کا عملی ویدانت ہے۔ یہ ویدانت باہمی ملاپ اور مل جُل کر جینا سکھاتا ہے۔ اس کی تعلیم سوشلزم کی تعلیم ہے۔ اور اگر کوئی شخص ہندوستانی کلچر کی رُوح کا پُورا درشن پانا چاہتا ہے تو اُسے صرف بھگوت گیتا میں ہی پایا جا سکتا ہے۔"

اوم اوم

شری کرشن کہاں ملینگے

شری جگن ناتھ کھنہ صفی

جہاں خوشی ہے، جہاں تبسم شگفتگی ہے جہاں ترنم
وہیں سمجھنا ظہور اُس کا ضیاء ہے اُسکی ہے نور اُس کا
کھلی لبوں پہ ہو مسکراہٹ
نہ فکر کوئی نہ تلملاہٹ
جہاں خوشی کی اُٹھیں ترنگیں جہاں ہوں پیدا سدا اُمنگیں
وہیں وہ نٹ کھٹ چھپا ہوا ہے اُسی کی ہی بس یہ اِک ادا ہے
وہی بشاشت وہی ہے بہجت
وہی ہے راحت، وہی ہے فرحت
ہے حُسنِ صورت بھی بس اُسیکا اور حُسنِ سیرت بھی ہے اُسی کا
چہک اسی کی، مہک اُسی کی چمک اسی کی، دمک اسی کی
اِنہیں میں اُن کا نشان سمجھو
یہی ہے بس اسکی شان سمجھو
غرور و نخوت و خود پرستی وہی بلندی، وہی ہے پستی
وہی ہے بالا، وہی ہے زیریں وہی ہے سمیں، وہی ہے زریں
ہے گل میں بنکے وہ بُو سمایا
ہے بنکے بلبل وہ چہچہایا
ہے حُسن صورت میں خود وہ آیا ہے دل میں عاشق کے خود سمایا
اُسی کا پھیلا ہے نور سارا اُسی کا ہے یہ ظہور سارا
مگر صفی وہ بصر نہیں ہے
جو شوخ آتا نظر نہیں ہے

اوم　　اوم

گیتا میں اوتار واد

یدا یدا ہی دھرمسیہ

شریمد بھگوت گیتا۔ شنکر بھاشیہ

ادھیائے ۴ شلوک ۱ تا ۱۵

इमं विवस्वते योगं प्रोक्तवानहमव्ययम्।

विवस्वान्मनवे प्राह मनुरिक्ष्वाकवेऽब्रवीत् ॥ १ ॥

آدی جگت گورو شری ۱۰۸ سوامی شنکر آچاریہ جی مہاراج اس شلوک کی اس پرکار ویاکھیا کرتے ہیں۔"

جگت پرتی پالک (ایشور) کھشتریوں میں بل استھاپن کرنے کے لئے میں (بھگوان کرشن) نے (گیتا کے پہلے دو ادھیائے میں کہے ہوئے اس یوگ کو پہلے سرشٹی کے آدی کال میں سوریہ سے کہا تھا۔ کیونکہ اس یوگ بل سے یکت ہوئے کھشتری برہمتو (برہم گیان) کی رکھشا کرنے میں سمرتھ ہوتے ہیں تتھا براہمن اور کھشتریوں کا پالن ٹھیک طرح ہو جانے پر یہ دونو سب جگت کا پالن۔ انایاس (آسانی سے) کر سکتے ہیں۔

اس یوگ کا پھل اوناشی ہے۔ اس لئے یہ اویہ अव्यय (یعنی ناش سے رہت سدا قائم دائم) ہے۔ کیونکہ اس سمیک گیان نشٹھا روپ یوگ کا موکھش روپ پھل کبھی بھی نشٹ نہیں ہوتا۔

اس سوریہ نے یہ یوگ اپنے پتر منو سے کہا اور منو نے اپنے پتر سب سے پہلے راجہ بننے والے اکھشواکو سے کہا۔

एवं परम्पराप्राप्तमिमं राजर्षयो विदुः।

स कालेनेह महता योगो नष्टः परंतप ॥ २ ॥

اس پرکار کھشتریوں کی پرمپرا سے پراپت ہوئے اس یوگ کو راج رشیوں نے (جو کہ راجہ اور رشی دونو تھے) جانا ہے پرنتپ (شترووں کو تپانے والا) اب وہ یوگ اس منش لوک میں بہت کال سے نشٹ ہو گیا ہے ارتھات اس کی سمپردائے پرمپرا ٹوٹ گئی ہے۔ وشئی اور دربل منشوں کے ہاتھ میں پڑ کر یہ یوگ نشٹ ہو گیا ہے۔ یہ دیکھ کر اور ساتھ ہی لوگوں کو پرشارتھ رہت ہوئے دیکھ کر۔

स एवायं मया तेऽद्य योगः प्रोक्तः पुरातनः।

भक्तोऽसि मे सखा चेति रहस्यं ह्येतदुत्तमम् ॥ ३ ॥

وہی یہ پرانا یوگ۔ یہ سوچ کر کہ تو میرا بھگت اور متر ہے۔ اب میں نے تجھ سے کہا ہے کیونکہ یہ گیان روپ یوگ بڑا ہی اتم رہسیہ ہے۔"

ارجن بولا:-

अपरं भवतो जन्म परं जन्म विवस्वतः।
कथमेतद्विजानीयां त्वमादौ प्रोक्तवानिति ॥ ४ ॥

آپ کا جنم تو اب کا ہے۔ ارتھات ابھی وسودیو کے گھر میں ہوا ہے۔ اور سُوریہ کی اُتپتی پہلے یعنی سرشٹی کے آدی میں ہوئی تھی۔ تب میں کیسے سمجھوں کہ جو آپ نے اس یوگ کو آدی کال میں کہا تھا۔ وہ آپ اب مجھ سے کہہ رہے ہیں۔

या वासुदेवे अनीश्वरासर्वज्ञाशङ्का मूर्खाणां तां परिहरन्।
श्रीभगवानुवाच—: यदर्थो हि अर्जुनस्य प्रश्नः—

بھاشیہ کا ارتھ:- بھگوان شری واسودیو کے وِشے میں مُورکھوں کو جو ایسی شنکا ہے۔ کہ یہ ایشور نہیں ہیں۔ سروگیہ نہیں ہیں۔ تھا جس شنکا کو دُور کرنے کیلئے ہی ارجن کا یہ پرشن ہے اُس کا نوارن کرتے ہوئے شری بھگوان بولے:-

बहूनि मे व्यतीतानि जन्मानि तव चार्जुन।
तान्यहं वेद सर्वाणि न त्वं वेत्थ परंतप ॥ ५ ॥

شنکر بھاشیہ کا ارتھ:- ہے ارجن! میرے اور تیرے پہلے بہت جنم ہو چکے ہیں۔ اُن سب کو میں جانتا ہوں تو نہیں جانتا۔ کیونکہ پنیہ پاپ آدی کے سنسکاروں سے تیری گیان شکتی اچھادت (ڈھکی ہوئی) ہو رہی ہے۔ پرنتو میں تو نتیہ شُدھ بُدھ مکت سوبھاو والا ہوں۔ اس کارن میری گیان شکتی آورن (پردے سے) رہت ہے۔ اسلئے ہے۔ پرنتپ! میں سب کچھ جانتا ہوں۔

شنکا۔ تو پھر آپ نتیہ ایشور کا پنیہ پاپ سے سمبندھ نہ ہونے پر بھی جنم کیسے ہوتا ہے؟ اس پر کہا جاتا ہے۔

بھگوان بولے:-

अजो ऽपि सन्नव्ययात्मा भूतानामीश्वरो ऽपि सन्।
प्रकृतिं स्वामधिष्ठाय संभवाम्यात्ममायया ॥ ६ ॥

یدا پی (اگرچہ) میں اجنما (جنم رہت) اوّیہ آتما (کھشے ناش سے رہت) گیان شکتی سوبھاو والا اور برہم سے لیکر ستمبھ پرینت (چھوٹے سے چھوٹے جیو جنتوؤں تک) سمپورن بھوتوں کا .... نیم بدھ کرنے والا ایشور بھی ہوں۔ تو بھی اپنی تری گُن آتمکا ویشنوی مایا کو (جس کے وش میں سب جگت ہے) اور جس سے موہت ہوا منش واسودیو رُوپ اپنے آپ کو نہیں جانتا۔ اُس اپنی پرکرتی کو اپنے وش میں رکھ کر کیول (محض) اپنی لیلا سے ہی شریر والا سا جنم لیا ہوا سا ہو جاتا ہوں (یعنی جنم لیا ہوا سا پرتیت ہوتا ہوں۔ در اصل نہیں لیتا۔) دیگر لوگوں کی طرح واستو (اصلیت) میں جنم نہیں لیتا۔

شنکا:- وہ جنم کب اور کس لئے ہوتا ہے؟ — بھگوان فرماتے ہیں:-

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम् ॥ ७ ॥

ہے بھارت! (سناتن ویدک دھرم) ورن آشرم آدی جسکے لکشن ہیں. نیز پرانیوں کی اُنتی (ترقی) اور پرم کلیان کا جو سادھن ہے. اس سناتن دھرم کی جب جب ہانی ہوتی ہے اور ادھرم بڑھتا ہے. (یعنی جب لوگ سناتن دھرم کے تمام نیموں اور ورن آشرم کی تمام مریاداؤں کو ملیا میٹ کرنے کیلئے جات پات توڑک منڈل بناتے ہیں.) تب تب ہی میں مایا سے اپنے سروپ کو رچتا ہوں. "

کس لئے؟- परि त्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम।

धर्म संस्थापनार्थाय सम्भवामि युगे युगे ॥ ८ ॥

ست مارگ (یعنی سناتن دھرم اولمبھی) سادھوؤں کا پری تران (ارتھات انکی رکھشا کرنے کے لئے) پاپ کرم کرنے والے دشٹوں کا ناش کرنے کے لئے اور دھرم کی اچھی پرکار استھاپنا کرنے کے لئے میں یگ یگ میں ارتھات ہر ایک یگ میں پرگٹ ہوا کرتا ہوں.

جنم कर्म च मे दिव्यमेवं यो वेत्ति तत्त्वतः। :-

त्यक्त्वा देहं पुनर्जन्म नैति मामेति सोऽर्जुन ॥ ९ ॥

میرا مایا مے جنم (جو اصلیت میں نہ ہو. بلکہ مایا (جادو) سے ظاہر ہو) اور سادھو رکھشا آدی کرم دویہ ہیں. ارتھات الوکک ہیں. یعنی کیول ایشور شکتی سے ہی ہونے والے ہیں. اس پرکار جو تتو سے یتھارتھ جانتا ہے. ہے ارجن! وہ اس شریر کو چھوڑ کر پنر جنم کو پراپت نہیں ہوتا. بلکہ میرے پاس آ جاتا ہے. ارتھات مکت ہو جاتا ہے.

نوٹ:- جو لوگ اوتار واد کو نہیں مانتے وہ دراصل سناتن ویدک ہندو دھرم سے بغاوت کرتے ہیں. اور اپنا نیا ہی پنتھ یا سماج کا نرمان کر کے پراچین رشی منیوں کے مارگ کو جو کہ سب کے لئے کلیان مارگ (جرنیلی سڑک) ہے. اس کا تیاگ کر کے نئے نئے پنتھوں (پگڈنڈیوں) پر گامزن ہو کر منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے + مہاراجہ یدھشٹر نے یکش کو جواب میں کہا تھا. کہ راستہ (پنتھ یا مذہب) وہی سریشٹھ گرہن کرنے یوگیہ ہے. جس پر پرمپرا سے ہمارے رشی منی. اوتار مہاتما لوگ اور ہمارے بزرگ چلتے آ رہے ہیں. اسی کو ہی آجکل سناتن دھرم کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے +

گیتا کے ادھیائے ہم کے چند سلوکوں پر پروفیسر نرمل چندر جی نے ویدانت کے نقطۂ نگاہ سے (کئی ودوانوں کے بھاشیہ کا ملاحظہ کر کے) جو تشریح کی ہے. ناظرین "اوم" کی طبع فرمائی کے لئے ہم درج کرتے ہیں. "

شلوک نمبر 5 — " ارتھ. شری بھگوان بولے. ہے پرن تپ ارجن! میرے اور تیرے بہت سے جنم ہو چکے ہیں ان سب کو تو نہیں جانتا. لیکن میں جانتا ہوں.

تشریح. دوسرے ادھیائے میں 12 ویں سے تیسویں شلوک تک بتلایا جا چکا ہے. کہ ایک ہی نتیہ. نرگن. انادی. اننت. اوکاری آتما انیک شریر دھارن کرتا ہے. اور وشیشی بھاؤ کو پراپت جیو اور ایشور بھاؤ پراپت ایشور کے مختلف قسم کے جنم اور کرم ہونے کے باوجود دونو درحقیقت ایک ہی ہیں. ایک ہی اج اوناشی.

سم۔ سرو شکتی مان۔ سچدا نند برھم (آتما) اپنی سبھاوک اچھا شکتی سے انیک رُوپ دھارن کرتا ہے۔ جیودی صورت میں وہ انیک رُوپ ہوکر اپنی جُداگانہ شخصیت کے ابھیمان کے ماتحت بُرے بھلے کرم کرتا ہوا اُنکے پھل بھوگا کرتا ہے۔ اس حالت میں صرف حال کی خبر ہوتی ہے۔ ماضی اور مستقبل کی نہیں۔ کُل کے زاویہ نگاہ سے تینوں زمانے۔ ابدی۔ اب بھی سدا موجود دکھائی دیتے ہیں۔ فراموشی کا سبب ذہنی محدودیت ہے۔ جب کوئی شخص اپنی شخصیت اور محدودیت سے اُوپر اُٹھکر قیدِ زمانی سے نجات حاصل کرتا ہے۔ تو اُس کے مُنہ سے بے اختیار یہ نغمۂ وحدت بہنے لگ جاتا ہے۔" ؎

آدم نبود و من بُدم ۔ حوّا نبود و من بدم
عالم نبود و من بُدم ۔ من عاشق دیرینہ اَم
آندم کہ فرعون لعین ۔ در قعر دریا غرق شد
در حرب موسےٰ من بدم ۔ من عاشق دیرینہ اَم

ارتھ۔ جبکہ آدم نہ تھا۔ مَیں موجود تھا۔ حوّا نہ تھی۔ مگر مَیں موجود تھا۔ جبکہ یہ کائنات نہ تھی۔ مَیں موجود تھا۔ مَیں پُرانا عاشق ہوں۔ جس وقت کہ ملعون۔ فرعون دریا کی گہرائی میں ڈوبا تھا۔ موسیٰ کی اس لڑائی میں مَیں موجود تھا۔ مَیں پُرانا عاشق ہوں۔"

ارجن کو یاد نہیں کہ وہ سدا ہوتا چلا آیا ہے۔ مگر بھگوان کرشن کہتے ہیں کہ ماضی میں اِن کا راج رشی سُوریہ کو اُپدیش دینا اُنہیں یاد ہے۔

شلوک 6۔

ارتھ۔ مَیں اجنما اوناشی سوروپ اور سب پرانیوں کا ایشور ہوتے ہوئے بھی اپنی پرکرتی کو آدھین کرکے اپنی یوگ مایا سے پرگٹ ہوتا ہوں۔"

تشریح از پروفیسر صاحب = اس ادھیائے میں چھٹے شلوک سے لیکر آٹھویں شلوک تک بھگوان نے صاف طور پر اپنے بار بار اوتار دھارن کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔ مَیں اگرچہ جنم۔ مرن رہت اور سب جانداروں کا مالک ہُوں۔ تو بھی جہاں باقی سارے جیو پرکرتی کے تحت جیتے ہیں۔" مَیں سب کا ایشور ہونے سے اپنی پرکرتی کو اپنے تحت رکھتا ہوا اپنی یوگ مایا سے مَنُشیہ کے رُوپ میں پرگٹ ہوا کرتا ہوں۔"

گیتا ساتکھیہ شاستر سے ایک قدم آگے جاکر کہتی ہے۔ کہ پرکرتی بھگوان (پُرش) کا اپنا ہی سوبھاو (فطرت) ہے۔ کوئی دُوسری وستو نہیں ہے۔

یوگ مایا بھگوان کی وہ شکتی ہے جس کی وجہ سے وہ اَج اور اوناشی ہوتے ہوئے بھی عام لوگوں کی مانند جنم۔ مرن شیل غیر محدود ہوتے ہوئے بھی ایک کال میں محدود ہوا سا دکھائی دیتے ہیں۔

عقلی نقطہ نگاہ سے۔ اوتار واد کی یہ توجیہ اس طرح کی جا سکتی ہے۔ کہ جب دھرم نہ رہنے اور ادھرم غالب آنے

پر نیک لوگوں کے دُکھ اور مصیبت کی کوئی حد ہی نہیں رہ جاتی تو اُس آتما کے ردِ عمل (پرتی کریا) کے طور پر کائیناتی طاقت انسانی شخصیت کی راہ سے نموزار ہوکر بگڑی ہوئی اور گویا بیمار دُنیا کو نئی صحت اور زندگی دیتی ہوئی پھر سے دھرم کا راجیہ ستھاپن کرتی ہے۔ لاصفات۔ لاصورت اور لاتغیر ذات غیر محدود کا باصفات۔ باصورت اور متغیر شکل اختیار کرنے کی نہایت عجیب اور پُراسرار طاقت کا نام ہی یوگ مایا ہے۔

شلوک 7 - 8

ارتھ۔ ہے بھارت جب جب دھرم کی گلانی ہوکر ادھرم بڑھتا ہے۔ تب تب میں اپنے وشیش رُوپ کو رچتا ہوں۔ نیک آدمیوں کی رکھشا۔ دُشٹوں کے ناش اور دھرم کی اچھی طرح ستھاپنا کرنے کیلئے میں یگ یگ (زمانے۔ زمانے) میں پرگٹ ہوتا ہوں۔

تشریح۔ جب جب لوگوں کی اکثر تعداد ساری موجودات کی رُوحانی وحدت کو بھول کر صرف اپنی اپنی جُدا گانہ شخصیت یا جماعت کے لئے جیتی ہوئی سب کی اجتماعی بہتری کے لئے جینا چھوڑ دیتی ہے۔ اور اس طرح سنسار میں دھرم کی ہانی اور ادھرم کی بردھی ہونے پر ساری وِوستھا بگڑ جاتی ہے۔ اور مظلوم لوگوں کے دِلوں سے حفاظت اور انصاف کیلئے آہ و پکار اُٹھتی ہے تو اُس کے جواب میں روح کائینات کی طرف ردِّ عمل ایک ایسا مہا پُرش پیدا کر دیتا ہے۔ جو اس سنکٹ سے لوگوں کو نجات دیتا ہے۔

نوٹ:۔ ہندو عقیدہ کے مطابق ہندوستان میں تو ہر یُگ کے خاتمہ پر خود بھگوان پرگٹ ہوتے ہیں! ور کبھی بار وہ کارک پُرشوں کو بھیجتے ہیں۔ جن میں اَپار شکتی ہوتی ہے۔ غیر ممالک میں بھی ایسے مہا پُرش نمودار ہوتے ہیں۔ جن کا یہی مشن ہوتا ہے۔ کہ وہ نیکی اور دھرم کی رکھشا۔ بدی اور ادھرم کا وِناش کر کے سنسار میں بھنبیہ۔ پریم۔ نیائے اور عام بھلائی اور بہتری کے اُصول کی حکومت قائم کرتے ہیں۔

جو لوگ پرماتما کو کسی برترین لوک میں قیام پذیر سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے اوتار واد ایک ناقابلِ فہم راز ہے۔ جو پرماتما کو سب کے اندر آتما کے رُوپ میں جانتے ہیں۔ اور مانتے ہیں۔ اُن کے لئے اوتار واد ایک بالکل قدرتی اور قابلِ فہم حقیقت ہے۔"

جیسے اگنی دیوتا پرگٹ ہوجانے پر محدود نہیں ہوجاتا۔ اسی طرح پرماتما (منش کے رُوپ میں) پرگٹ ہوجانے پر محدود نہیں ہوجاتا۔ بلکہ وہ سروویاپکتا کا مظہر بنتا ہے۔ جب پرماتما کو حاضر ناظر مانتے ہو۔ تو پھر اوتار واد پر شک کا کیوں کرتے ہو۔"

جب سماج کا سارا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے اور دُنیا میں دُکھ اور مصیبت کی انتہا ہوجاتی ہے تب سماج کی اندرونی رُوح (وِشو آتما) انسانی صورت میں نمودار ہوکر اسے نجات اور نئی زندگی دیتی ہے۔ لوگوں کے مجموعی خیالات و جذبات ہی اپنے ردِعمل سے ایسے غیر معمولی ظہورات کے موجب ہوا کرتے ہیں۔ دُنیا میں بڑی سے بڑی طاقت قوتِ خیال ہے اور سماج کی مجموعی قوتِ خیال لازمی طور پر مطلوبہ نتائج پیدا کرتی ہے۔"

اوم

بھگوان کرشن کا اوتار

(از قلم شری کشن چند زیبا)

جب کہ ہوتی ہے زمانے پر حکومت پاپ کی
زیر کر لیتی ہے دُنیا بھر کو طاقت پاپ کی
تب وہ آکر دُور کر دیتا ہے ظلمت پاپ کی

اِسی نیم کے مطابق دُنیا کی آنکھوں نے ایک ایسا زمانہ بھی دیکھا۔ جبکہ متھرا کے شاہی گھرانے میں کنس پیدا ہوا۔ راجہ اُگر سین کے گھر میں گویا ایک سانپ پیدا ہوا جس کی زہریلی پھنکاروں نے بھارت ورش کے دُور دراز حصوں میں پاپ کا زہر پھیلا دیا۔ ظالم اتنا کہ جیو جنتوؤں کی ہنتیا اس کے لئے کھیل تھا۔ نردوش (بے قصور) کی جان لینا اس کے لئے تماشہ تھا۔ رِشی مُنیوں کا ستی دھرم ذرہ بھر میں نشٹ بھرشٹ کر دینا اس کے لئے سادھارن سی بات تھی۔ مندروں میں ماس پکوانا اور ہری بھگتوں کو ایذا پہنچانا یہ اس کا روزانہ شغل تھا۔ کنس کا ظلم کہاں تک بڑھا ہوا تھا۔ یہی کہنا کافی سمجھئے کہ

ظالم نے پاؤں دھرم کی چھاتی پہ دھر دیئے ڈھانچے امن کے توڑ دیئے چُور کر دیئے
اس زہر میں حواس بجا تھے نہ ایک کے کیا لاگیو۔ سمٹتی تھی گھٹنوں کو ٹیک کے

بھگوان ترلوکی ناتھ سے اپنے بھگتوں کی یہ دُردشا نہ دیکھی گئی اور کرشن رُوپ سے سنسار میں پرگٹ ہو کر پرتھوی کا اُدھار کیا۔ کہیں ساکھشات موہ اور ممتا ہو کر بال لیلائیں دکھائیں۔ کہیں ساکھشات پریم ہو کر گوپوں اور گوپیوں کو سچے پریم کا مارگ دکھایا۔ کہیں ساکھشات دیا ہو کر گئوؤں کو چرایا۔ کہیں ساکھشات آنند ہو کر مدھر بنسی کو بجایا۔ کہیں ساکھشات رُدر ہو کر کنس اور اس کے حواریوں کے خون سے ہولی کا رنگ جمایا۔ کہیں ساکھشات ہنتا ہو کر پانڈوؤں کی رکھشا کی۔ کہیں ساکھشات یوگ بن کر پاپ کے پرچنڈ شعلوں سے تپتی ہوئی اِس دیو بھومی پر گیتا کے گیان کا چشمہ بہایا۔ غرضیکہ اپنے بھگتوں کو نانا پرکار کی لیلاؤں کا آنند دیتے ہوئے پاپیوں کو چُن چُن کر نشٹ کیا۔ اپنے سُدرشن چکر سے ہزاروں کنسوں اور کوروؤں کی ہستی کو مٹا کر چلا گیا۔ "

اوم

(جنم اشٹمی کے شبھ اوسر پر)

موہن مُرار آجا!

(از قلم شری جگن ناتھ صفی)

آجا تو میرے دِل میں موہن مُرار آجا
دِل ہے خزاں زدہ یہ، بن کے بہار آجا

دِن رات بیقراری میں سب گذر رہے ہیں
دِل کے سکون آجا، دِل کے قرار آجا

آنکھیں ترس رہی ہیں درشن کو تیرے پریتم
گِردھر گوپال آجا، جسمت دُلار آجا

گوکل کی اب وہ گلیاں سنسان سی پڑی ہیں
ویران ہو رہا ہے، جمنا کنار آجا

کُنجوں میں برندابن کی ہے چھا رہی اُداسی
ہیں گوپیاں وہ کرتی ترا انتظار آجا

اُچھے گئے ہو موہن متھرا کو برندابن سے
نہ لی وہ گوپیوں کی پھر تو نے سار آجا

بیتاب ہو رہی ہیں درشن کو تیرے گردھر
آنسو نکل رہے ہیں، بے اختیار آجا

دُرگندھ ہے جو دنیا میں ہر طرف سے پھیلی
خوشبو ہے تو مجسّم، گل مُشکبار آجا

دورِ خزاں سے ہم تو بیحال ہو رہے ہیں
ہاں رونقِ گلستاں گُل و برگ و بار آجا

بنسی کی تیری تانوں میں سحر تھا فسوں تھا
ہاں پھر انہیں سُنانے اے موسیقار آجا

ماتا پتا تمہارے، رو رو کے اب ہیں ہارے
مکھڑا انہیں دکھانے پھر ایک بار آجا

ناگفتہ بہ ہے حالت گئوؤں کی تیری موہن
تجھ کو سُنا رہی ہیں، اپنی پُکار آجا

بھارت میں کنس اب بھی کچھ کم نہیں ہیں گردھر
کرنے کو اب پھر اُنکا موہن سنگھار آجا

صفیؔ غریب تیرے بس رحم کا ہی طالب
روتا ہے تیرے در پہ، وہ زار زار آجا




(اوم)

رامائن میں اوتارواد

(سنت تلسی داس جی)

بال کانڈ صفحہ ۱۲۸ بھگوان شِو پاربتی کو کہہ رہے ہیں۔"

سگنہی اگنہی نہیں کچھ بھیدا ۔ گاوہیں مُنی پُران بدھ بیدا
اگن رُوپ الکھ اَج جوئی ۔ بھگت پریم بش سگن سو ہوئی

ارتھ:۔ سگن اور نرگن میں کچھ بھید نہیں ہے۔ مُنی پُران۔ پنڈت اور وید سبھی ایسا کہتے ہیں۔ جو نرگن اروپ (نراکار) الکھ (اویکت) اور اجنما ہے۔ وہی بھکتوں کے پریم وش سگن ہو جاتا ہے۔ جیسے جل اور برف میں بھید نہیں۔ دو تو جل ہی ہیں۔ ایسے ہی نرگن اور سگن ایک ہی ہیں۔

رام سو پرماتما بھوانی ۔ تنہہ بھرم اَتی اُبھی ہت تو بانی
اُس سنسے آنت اُر ماہیں ۔ گیان ویراگ سکل گن جاہیں

ارتھ:۔ ہے پاربتی! وہی پرماتما شری رام چندر جی ہیں۔ اُن میں بھرم (دیکھنے میں آتا ہے) تمہارا ایسا کہنا اتینت ہی انوچیت ہے۔ اس پرکار کا سندیہہ من میں لاتے ہی منش کے گیان۔ ویراگیہ وغیرہ سارے گُن نشٹ ہو جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ سنت تلسی داس جی کے ارشاد مطابق جو مغرب زدہ لوگ بھگوان رام (اور بھگوان کرشن) کو ایشور کا اوتار تسلیم نہیں کرتے اُن کے تمام اچھے اوصاف ملیامیٹ ہو جاتے ہیں یعنی وہ شردھا اور بھکتی روپی نعمت غیر مترقبہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ رامائن اور مہابھارت نیز پُران آدی دھارمک گرنتھوں کو بھی افسانہ ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے اُن کو پڑھنا تو درکنار دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اُن کا مندروں میں آنا جانا منقطع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اُنکی نظر میں مورتیاں پتھر کی بنائی ہوئی ہیں۔ اُن میں بھگوان کا تصور کرنا جہالت ہے۔ ایسے سنشے آتما لوگ نہ گھر کے رہتے ہیں۔ نہ گھاٹ کے۔ شردھا ہی دھرم کی بُنیاد (جڑ) ہے۔ شردھاوان لبھتے گیانم۔ (گیتا) شردھاوان ہی پرماتما کے گیان کو حاصل کر سکتا ہے۔ اشردھا آجانے سے وہ صحیح دھرم سے ونچت ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو لوگ آتم گیان کو پراپت کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ گورو۔ مہاتما۔ براہمن اور اپنے دھرم گرنتھوں پر شردھا رکھیں۔ اور اسی دھرم کو اپنائیں جو کہ مہرشی وید ویاس۔ جگت گورو سوامی شنکراچاریہ اور بھگوان کرشن کا تھا۔ ورنہ وہ راستہ سے بھٹک کر منش جنم کو ہی برباد کر لینگے اور آخری عمر میں جا کر پشچاتاپ کریں گے۔"

اوم

بھگوان کب اوتار دھارن کرتے ہیں؟

(مہاتما شہنشاہ جی مہاراج)

جب جب بھیڑ پڑی بھگتن پر
کشٹ پڑو جب دُرپد سُتا پر
جب اتی شے دُکھ سیانے پایو
گج پراَن بی جب جل ہیں
ایسو کو تن دھاری جگ ہیں
ایسو کو پریمی بھیو جگ ہیں
خطا کھائے ہن کبھی نہ مانے
بی نہ کاہو کی بھوٹے بن
شہنشاہ سنکٹ سب سہہ کر

تب تب دھریو شریر
آپ بنے پربھو چیر
لنکا چڑھے رگھو بیر
جھٹ پہنچے جل تیر
پڑی نہ جا پر بھیڑ
ہری نہ جا کی پیڑ
یہ منوا بے پیر
بیرن یہ تقدیر
رہو سدا گمبھیر

۱ مصیبت
۲ پنجاب کے مہاراجہ دروپد کی لڑکی دروپتی
۳ بھگوان خود وستر روپ بن گئے۔
۴ لنکا پر چڑھائی کی گویا بھگوان ہری نے اپنے بھگت پریمیوں کی ہر موقعہ پر مصیبت دُور کی۔
۵ یہ بے گورا ناسناک من ہے

اوم

گیتا کا سار

(بقلم مہاتما جی)

(۱) کیوں نشپھل چنتا کرتے ہو۔ کس سے ویرتھا ڈرتے ہو۔ کون تمہیں مار سکتا ہے۔ آتما کسی کال میں نہ جنمتا ہے اور نہ مرتا ہے۔

(۲) جو ہُوا وہ اچھا ہوا۔ جو ہو رہا ہے وہ اچھا ہو رہا ہے۔ جو ہوگا وہ اچھا ہوگا۔ تم بھوت (گذرا ہوا زمانہ) کا شوک نہ کرو۔ بھوشیہ (آگے آنے والا زمانہ) کا ڈر نہ کرو۔ ورتمان (موجودہ وقت) کا بہترین استعمال کرو۔

(۳) تمہارا کیا گیا جو تم روتے ہو۔ تم کیا لائے تھے جو کھو دیا۔ تم نے کیا پیدا کیا تھا۔ جو ناش ہو گیا۔ نہ تم کچھ لے آئے جو لیا یہیں سے لیا۔ جو دیا یہیں پر دیا۔ جو لیا اس پربھو سے لیا۔ جو دیا اُسی کو دیا۔ خالی ہاتھ آئے سو خالی ہاتھ چلے۔ جو آج تمہارا ہے۔ کل کسی اور کا تھا۔ آگے کسی اور کا ہوگا۔ تم اس کو اپنا سمجھ کر پرسنّ ہوتے ہو۔ اور یہی پرسنتا تمہارے دُکھ کا کارن ہے۔

(۴) پریورتن (تبدیلی) سنسار کا نیم ہے جسکو تُم مرتیو سمجھتے ہو۔ یہی تو جیون ہے۔ ایک منٹ میں تم کروڑوں کے سوامی ہو تے ہو۔ دوسرے ہی چھن (لمحہ) میں دردری (کنگال) بن جاتے ہو میرا تیرا۔ چھوٹا۔ بڑا۔ اپنا

پرایہ۔ من سے ہٹا دو۔ وچار سے ہٹا دو۔ پھر سب تمہارا ہے۔ اور تم سب کے ہو۔"

(۵) نہ یہ شریر تمہارا ہے۔ نہ تم اس شریر کے ہو۔ یہ آگ مٹی۔ پانی۔ ہوا۔ سے بنتا ہے۔ اسی میں لین ہو جاتا ہے۔ پھر بھی تمہاری آتما ویسی کی ویسی ستھر (قائم۔ ایک۔ رس۔ شانت) ہے۔ پھر تم کیا ہو؟"

(۶) تم اپنے آپ کو اُسکے ارپن کرو۔ یہی سب سے اُتم سہارا ہے۔ جو اُسکے سہارے کو جانتا ہے۔ وہ شوک۔ موہ۔ بھے۔ اور چنتا سے ہمیشہ کے لئے مکتی پا جاتا ہے۔

(۷) جو کچھ بھی تم کرو۔ وہ پربھو کے ارپن کرو۔ ایسا کرنے سے سدا جیون مکتی کا آنند۔ اَنو بھو کرو گے تنہا شریر تیاگنے پر وِدیہ مکت ہو جاؤ گے۔"

اوم

اوم

قسط دوئم

جلوۂ کہسار

(سوامی رام کا تیاگ اور وادی گنگا میں جنگلوں اور پہاڑوں کی سیر)

ابرو کھش و گھنا جنگل۔ جل کا کنارہ۔ جنگلی گلزار شگفتہ۔ تخلیہ چند اُپنشدیں ختم۔

اے نطق! تجھ میں بے طاقت اس سرور کو بیان کرنے کی؟ دھن ہوں میں! مُبارک ہوں میں! اس پیارے کا گھونگٹ ہے سے کبھی ہاتھ پیر کبھی آنکھ کبھی کان مشکل کے ساتھ نظر پڑتا تھا۔ دل کھول کر اس دُلارے کا وصال نصیب ہوا۔ ہم ننگے وہ ننگا۔ چھاتی چھاتی پر ہے۔ اے ہاڑ چام کے جگر بیچ! تم بیچ میں سے اُٹھ جاؤ۔ تفاوت! ہٹ + فاصلے! بھاگ۔ دوڑ دور۔ ہم یار۔ یار ہم۔ یہ شادی ہے کہ شادی مرگ + آنسوؤں! کیوں چھما چھم برس رہے ہو۔ کیا یہ ساہا (بیاہ) کے موقعہ پر کی جھڑی ہے۔ کہ من کے مرجانے کا ماتم ہے! سنسکاروں کا آخری سنسکار ہوگیا۔ خواہشوں پر مری پڑی۔ دُکھ دارد ر۔ اُجالا آنے ہی اندھیرے کی طرح اُڑ گئے۔ بھلے بُرے کرموں کا بیڑا ڈوب گیا۔

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

شکر ہے آئی خبر یار کے آجانے کی
اب کوئی راہ نہیں ہے میرے ترسانے کی

آپ ہی یار ہوں میں خط و کتابت کیسا
مستغنی دل ہوں ہاں حاجت نہیں بُلانے کی

وہ تمہید تھی تنہا کی طرز ... قدرت کے پہلو بیٹھ نہ لب سے یاد کرنے تھے۔ وہ متکلم ہی نکلا۔

صیغۂ غائب اب غائب۔ اوم۔ شکنتہ۔ ہم ہم۔ اکتی اوم۔ ہم نہ تم۔ دفتر گم۔ اوم! اوم! اوم! اوم!
آنسوؤں کی جھڑی ہے کہ وصل کا مزا دلانے والی برسات! اے سہ! تیرا ہونا بھی آج سپھل ہے +
آنکھوں تم بھی مبارک ہو گئیں + کانوں! تمہارا پرشارتھ پورا ہوا + یہ شادی مبارک ہو۔ مبارک ہو۔
مبارک ہو۔ مبارک ہو کا لفظ بھی آج مبارک (کرتارتھ) ہو گیا۔ سے

شاد باش اے عشق سودائے ما ۔۔۔ اے دوائے جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما ۔۔۔ اے تو افلاطون و جالینوس ما

اہنکار کا گڈا اور بدھی گڑیا جل گئے۔ اری آنکھوں! تمھارا یہ کالا بادل برسانا مبارک ہو۔ یہ مستی بھرے نینوں کا ساون سعید ہے۔ سے

یار اساڈڑے نے انگیاں سلایا ۔۔۔ اساں کھول تنی گل لا لیا
اساں گھنٹ جانی گل لا لیا ۔۔۔ مست دہاڑے ساون دے آئے ۔۔۔ (ادن)
ساون یار ملاون دے آئے ۔۔۔ ساون یار ملاون دے آئے

بھاگ لے او یار! بھاگ۔ کہاں بھاگے گا۔ آسماں پر چھپے گا؟ میں وہاں موجود۔ کیلاش پر نٹھ جا (بھاگ جا) میں وہاں حاضر۔ سمندر میں جا بیٹ۔ تجھ سے پہلے پہنچا ہوں۔ اگنی میں گھس جا۔ میرا ہی سکھ ہے۔
تمام ابدان میں کل اجسام میں میں۔ جملہ اسماء واشکال میں میں۔ ابدان و اجسام اسماء اشکال یہ خود میں۔
کون بولے۔ کون کہے۔ گونگے کا گڑ آہا ہا ہا۔ میں کیسا خوبصورت ہوں۔ میری سوہنی صورت۔ میری موہنی مورت۔
میری جھلک۔ میری ڈلاک۔ میرا حسن و جمال۔ اس کو میری آنکھ کے سوا کوئی آنکھ دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتی ہیں اپنی مہماں (جلال) میں مست پڑا ہوں۔ ہیرا تے میرے حسن کا خریدار کوئی نہیں۔ میرے جوبن کا گاہک کوئی نہیں۔ اس بے بہا ہیرے کو کون خریدے۔؟"

تُل گھنت سی آن کے کون کہڑا ۔۔۔ نہیں دسدا دوسرا ہور کوئی
میں خود ہی عاشق ہوں خود معشوق ۔۔۔ عاشق ہوں کہ معشوق؟ میں تو
عاشق ہوں۔ میں عشق ہوں۔ باہر جب نگاہ جاتی ہے۔ ہر برگ و گل

"تو ہی، تو ہی کے نغمے سے استقبال کرتا ہے۔ اندر سے آنند کے بادل اپنی گرج میں سب کچھ غرق کر رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ اعضا بے حس + دیش کال کہاں چلے گئے + فاصلہ دوری اور اندر باہر کیسے؟ اب آگے بیان کون کرے۔ کئی روز اسی حالت میں بیت گئے۔ بلکہ رات دن اور دن رات کس کے؟ جت ول دیکھاں تو ہی توں۔ تانا پیٹا روں ہی روں + سمبہ پہر کا وقت ہوگا۔ ایک کاٹھ کے جھولے پر عین وسط میں رام نگن بیٹھا ہے نیز میگھ کے سروپ میں میگھ ناتھ کی طرح اوپر سے کڑک رہا ہے۔ بجلی بن کر اپنے تیج کی چمک سے آب و سنگ پر دمک رہا ہے۔ پانی بن کر اپنی بوچھاڑ سے کل جانداروں کو اپنے اپنے گھونسلوں میں گھسیڑ رہا ہے۔ آکاش اور زمین اور پہاڑ کوئی نظر

نہیں آتا۔ جل ہی جل ہے۔ گویا گنگا بھی زمین سے اُٹھکر آسمان تک جا چڑھی ہے۔ تاکہ اپنے گھر رام میں آرام کرے۔ ان سب کو تو گھر مل گئے۔ اب لامکان رام کہاں بسرام کرے۔

نہ نشیمنے کہ کنم مکان نہ پرے۔ کہ بپرم از میاں۔

رام جل شائین نارائین اس جل میں ویاپ رہا ہے۔ بادلوں پر چل رہا ہے۔ سمندر کو رقیبہ بنا رہا ہے کبھی بارش آتی ہے کبھی دھوپ۔ لیکن رام کے ہاں کچھ چڑھتا ہے نہ اُترتا +

جِنْ پایا بھید قلندر دا ۔ راہ کھوجیا اپنے اندر دا
سکھ باسی ہو اس مندر دا ۔ جِتھے کدے نہ چڑھدی لہندی ہے۔

مُنہ آئی بات نہ رہندی ہے

دُنیا نہیں پارہتی ہے۔ بھنگ بوٹی ہر وقت گھوٹ رہی ہے۔ شو کی آنکھ کھلی۔ پیالہ جھٹ حاضر۔ ذرا ہوش آیا۔ نشہ میں بہایا۔

آ میرے بھنگڑا تو بھنگ پی جا۔ آ میرے بھنگڑا نشنگ بھنگ پی جا
بھر بھر دیتی آں میں بھنگ دے پیالے۔ نشنگ بھنگ پی جا۔ نہنگ بھنگ پی جا

بھنگ گھوٹنے والی پرکرتی نہیں۔ یہ تو خود بھنگ اور شراب ہے۔ بھنگ اور شراب نہیں۔ یہ تو بھنگ شراب کا نشہ اور مستی ہے۔ یہ تو خود میں ہوں +

نہ ہے کچھ تمنّا۔ نہ کچھ جستجو ہے ۔ کہ وحدت میں ساقی نہ ساغر نہ بو ہے
ملیں دل کو آنکھیں جبھی معرفت کی ۔ جدھر دیکھتا ہے صنم رُو برُو ہے
گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا ۔ تو میری ہی رنگت میری ہی بو ہے
میرا تیرا اُٹھا۔ ہوئے ایک ہی ہم ۔ رہی کچھ نہ حسرت نہ کچھ آرزو ہے

بھر دے نی کٹورا بھنگ دا ؛ تیرا کھڑی گلوں جیا سنگدا

(باقی پھر)

اوم

"موجودہ طالب علموں کیلئے"

سوامی رام جی کا ایک نصیحت آموز خط

(طالب علمی کے زمانہ کا لکھا ہوا)

بنام شری دھنا بھگت جی مہاراج ۔ جنکو وہ اپنا گورو سمجھتے تھے"

از مقام شہر لاہور ۔ مورخہ ۹ ر فروری ۱۸۹۲ء گیارہ بجے شب کے ۔)

آپ کا نوازش نامہ ملا ۔ نہایت خوشی ہوئی ۔ میں آجکل پانچ بجے صبح کے قریب اُٹھتا ہوں ۔ اور سات بجے تک پڑھتا رہتا ہوں ۔ پھر ضروری حاجات اور اشنان کرتا ہوں ۔ اور ورزش کرتا ہوں ۔ اُس کے بعد پنڈت جی کی طرف جاتا ہوں ۔ راستے میں بھی پڑھتا رہتا ہوں ۔ وہاں ایک گھنٹے کے بعد روٹی کھا کر اُنکے ساتھ گاڑی میں کالج چلا جاتا ہوں ۔ کالج سے واپسی پر راستے میں دودھ پیتا ہوں ۔ ڈیرے چند منٹ ٹھہر کر دریا کو جاتا ہوں ۔ اور دریا کے کنارے تقریباً آدھ گھنٹہ ٹہلتا ہوں ۔ اتنے میں اندھیرا ہو جاتا ہے ۔ مگر یہ یاد رہے کہ میں چلتے پھرتے پڑھتا برابر رہتا ہوں ۔ اندھیرا ورزش کرتا ہوں ۔ اور لمپ جلا کر سات بجے تک پڑھتا ہوں ۔ پھر روٹی کھانے جاتا ہوں ۔ وہاں سے آکر کوئی دس بارہ منٹ اپنے مکان کے وٹے کے ساتھ ورزش کرتا ہوں ۔ پھر تقریباً ساڑھے دس بجے تک پڑھتا ہوں ۔ اور پھر لیٹ جاتا ہوں ۔ میرے تجربہ میں یہ آیا ہے ۔ کہ اگر ہمارا معدہ عین صحت کی حالت میں ہو ۔ تو کمال درجہ کا سرور و فرحت ۔ دل کا یکسو ہونا ۔ پرمیشور کی یاد ۔ اور پاک باطنی حاصل ہوتی ہے ۔ حافظ تیز ہو جاتا ہے ۔ اوّل تو میں کھاتا ہی کم ہوں ۔ دوئم جو کھاتا ہوں خوب پچا لیتا ہوں ۔"

راقم رام

اوم

خطوطِ گوبند

(از قلم شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنندجی مہاراج)

خط نمبر ۳۰۵ چوہٹر کانہ - ۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء

ہانی لابھ سے پرے ،،

پیارے آتما اوم آنند - جب منومئی لیلا چیتن کی ہے - جس کے ہونے نہ ہونے یا کم و بیش یا ایسے ویسے ہونے میں کچھ چیتن کے لئے ہانی لابھ واٹھیک نہیں - صرف موجودہ وقت سوپن کی طرح سیر کرنا ہے - فقط - گوبند آنند ،،

خط نمبر ۳۰۶ از چوہٹر کانہ منڈی - ۱۱ - ماگھ سمت ۱۹۹۴

مردِ غازی تیاگ سمبندھی اپدیش

(نوٹ:- پوجیہ سوامی جی نے مہاتما دولت رام جی کو سنیاس آشرم میں پرویش کرنے پر زور دیا - ،،)

اوہ کدوں مہوڑاں پچھڑے نی غازی مرد جیہڑے جنگ کرن جاون
اوہ مول نہ کدی صلاح لیون ستیاں جیہڑیاں چِخاتے چڑھن جاون
اوکدی پتنگ نہ خوف کھاندے جلدی شمع اُتے جیہڑے جلن جاون
اوہ نہ نفع نقصان دا خیال کردے اگے یار جیہڑے سر دھرن جاون
اوہ کی کرن صرفا غوطے کھاونے دا سوہنی وانگ دریا جو ترن جاون
اوہ شل منصوروی فتح پاندے چڑھ کے دار اُتے جیہڑے مرن جاون
اوہی نچل کے دکھ سنسار وچوں درشن سکھ سروپ دا کرن جاون
تن دھن دی چھوڑ پرواہ گوبند سچے رب والی جیہڑے شرن جاون

اوم اوم اوم

پیارے آتما - اوم آنند - اب میں صاف صاف اور کھُلم کھُلا لکھنا چاہتا ہوں - یہ مضمون باربار نہیں لکھا جاوے گا - اسکو ایک دفعہ کے تحریر شدہ پر ہی غور کر کے جیسا مناسب سمجھیں عمل کریں - ،،

(۱) اگر آپ اپنے سوانگ کو سنبھال کرنا چاہتے ہیں - جیسا کہ آپ نے عام لوگوں میں مشتہر کیا ہوا ہے - تو بس کیلئے زیادہ سوچوں یا اصلاح مشورہ کی ضرورت یا موقعہ نہیں ہے - اور نہ ہی جھکنے یا ڈرنے یا لمبی دُور اندیشی کا اب وقت ہے - اگر پورا خیال پورن تیاگ کا ہے - تو پھر سُست - جلدی سے جلدی قطعی فیصلہ کر دینا چاہیئے - ،،

(۲) سوامی رام تیرتھ جی مہاراج جب چھوڑنے لگے تو اُس وقت اُن کی تعطیلات گرمی میں صرف پندرہ یا سترہ دن باقی تھے۔ سب لوگوں نے یہ رائے دی کہ اگر پندرہ دن اور استعفیٰ نہ دیویں۔ تو تین مہینے کی تنخواہ اور مل جاوے گی۔ تعطیلوں کے بعد استعفیٰ دیا جاوے۔ لیکن آپ نے کسی کی نہ سُنی۔ اور شروع کے شعروں کے مضمون کو پورا عمل میں لا کر دکھلایا۔

(۳) اگر دُنیا کی خواہش دل میں خفیہ طور پر ہے۔ تو فی الحال ارادہ ترک مذکورہ بالا کو چھوڑ دیا جاوے۔ اور سنساری سوانگ کو بلا سوچ سمجھے دھارن کر لیا جاوے۔ شرم یا ہٹھ سے اس واسنا کو اندر دبانا جس کے پھر اُبھرنے کا شک ہو مناسب نہیں ہے۔

(نوٹ) سوامی جی کو شک ہوا کہ شاید دولت رام جی شادی کرنے کا خیال دامنگیر رکھتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے)

(۴) نہ تو تیاگ کا پورا سوانگ اور نہ ہی گرہن کا اس کے درمیان میں ڈوبتری میں لات دھرنے کی طرح سراسر غلط اور نامناسب اور برخلاف شاستر کے یہ طریقہ ہے۔

(۵) تیاگ کے موقعہ پر دل کی کمزوری سے ویدانت کی آڑ لے کر یہ سمجھنا کہ گرہن تیاگ سے مجھ آتما کا کچھ بگڑتا سنورتا نہیں ہے۔ وچار وانوں کے نزدیک یہ درست نہیں۔ بلکہ ناواجب ہے۔ کیونکہ آپ جیسے ادھکاریوں کے لئے جو جیون مُکت اوستھا کے ادھکاری اور خواہشمند ہیں سوائے نورتی پردھان حالت کے اور کوئی طریقہ جیون مکت اوستھا کا نہیں ہے۔ چونکہ آپ پورے سمجھدار ہیں۔ اور راقم سے اپنی کمی بیشی کی لسبت خود اچھا سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے اتنا لکھنا ہی کافی سمجھ کر فقط پر اکتفا کرتا ہوں۔ فقط۔ سب سجنوں کو اوم آنند سب کیطرف سے اوم سچدانند۔، گوبند

خط نمبر ۳۰۷ — تیاگ کا موقعہ

از جوہڑکانہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء

پیارے آتما اوم آنند۔ آپ کا پتر پہنچ گیا۔ حرف بحرف بڑے غور سے پڑھا گیا۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ آپ کا سچا شوق اور پورن تیاگ کا مسلسل ارادہ ہے۔ عزیز من! اگر واقعی سوچ کر دیکھا جائے۔ تو تیاگ کرنے کا موقعہ یہی ہے اس وقت اور ویو اور ویراگ اور پریم میں جیسے سبھاؤ ہمیشہ کے لئے قائم کرنا چاہیں۔ مطابق قاعدہ شاستر خیالات دلی ہم اُن کو قائم رکھ سکتے ہیں جو آئندہ ہمیشہ کے لئے عمل میں آتے رہیں۔

شریر کے کمزور ہو جانے یا عمر ڈھل جانے یا ویراگ ڈھیلا پڑ جانے پر شوق کبھی ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ ایسے موقعہ کا تیاگ بھی گرہن ہی کے برابر ہے۔ جیسا کہ ہم لوگ کر رہے ہیں۔ آپ کا موقعہ سوانگ جدید کے پورے اُتارنے کا اگر ہے تو یہی ہے۔ جب نہر یا لائن ریلوے کا سرا ٹھیک ہو کر کام شروع کیا جاوے۔ وہ آخر تک ٹھیک چلتا ہے اگر شروع میں کوئی نقص رہ جاوے تو پھر اس کا تا دم آخر نکلنا یا درست ہو جانا بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ بلکہ ناممکن۔ چونکہ آپ اُسکی حقیقت کو پورے طور پر جان چکے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس کے متعلق زیادہ حاجت تحریر نہیں۔

(۲) اگرچہ شریر اچھا رہا۔ اور ان جل نے کشش کی تو پھر خیال تو ایسا ہے کہ شروع چیت میں جسکی تاریخ کا فیصلہ تو قعہ

پر ہوگا۔ یہاں سے اُٹھ کر پہلے رکھی کیش کچھ دن رہ کر پھر تھوڑا سا ہردوار کا سیر و درشن میلا بھی ہو جائے گا۔ اور کُنبھ کے دن سے پہلے ہی خواہ ادھر پنجاب کو آجاویں یا اور جگہ۔ یہ فیصلہ بھی بر موقعہ ہی ہوگا۔

(۳) رخصت یا استعیفے کی بابت جیسا آپ کا ضمیر یا کانشنس مستقل طور پر اجازت دیوے۔ اُسی طرح عمل میں لانا چاہیئے۔ اس کے متعلق دُوسرے سے صلاح مشورہ لینے کی نسبت اپنے ضمیر سے صلاح مشورہ لینا بہتر ہے۔ یا جیسے قدرت سامان مہیا کرے یا جس میں کوئی خاص رکاوٹ نہ ہو۔ وہ عمل میں لایا جاوے۔ ارادہ مستقل سمجھ کر کیا ہُوا بھی جس میں کوئی خاص رکاوٹ نہ ہو قدرت سے شامل سمجھا جاتا ہے۔

(۴) یہ سب خیالی پلاؤ پکایا گیا ہے، یا پک رہا ہے۔ دراصل تو سوائے آتما نہ کچھ ہوا نہ ہے اور نہ ہوگا۔ مگر بیوہار اور درشٹی سے تو یہی پلاؤ دُوسرے تلخ اور ترش پلاؤں سے میٹھا اور فائدہ بخش معلوم ہوتا ہے۔ آگے آپ جانیں فقط۔ سب ست سنگی صاحبان کو ہری اوم آنند۔ اور سب کی طرف سے اوم جے سچدانند۔ گوبند آنند

خط نمبر ۳۰۸ از جموں۔ مورخہ $\frac{10}{9}$ ۷۱ از طرف رام

فال مُبارک

پرم پوجیہ شروتری برہم نشٹھی شری ۱۰۸ شریمان ست گورو دیو جی مہاراج اوم آنند۔ نمو نارائن نمسکار۔ ایک فال دیوان حافظ صاحب سے نکالی گئی۔ جو ذیل میں درج کر کے حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیجاتی ہے قبولیت سے آگاہی فرماویں۔ اور اس پر اپنی مُبارک رائے بھی تحریر فرماویں۔ فقط دولت رام

(۱) روزِ ہجراں و شبِ فرقتِ یار آخر شُد — زدم ایں فال و گذشت اخترِ کار آخر شُد

(۲) آں ہمہ ناز و تنعم کہ خزاں مے فرمود — عاقبت در قدمِ بادِ بہار آخر شُد

(۳) بعد ازیں نور بآفاق دہم از دلِ خویش — کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شُد

(۴) آں پریشانیِ شبہائے دراز و غمِ دل — ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شُد

(۵) ساقیا! عمرِ دراز و قدحت پُر مے باد — کہ بسعیِ تو ایام اندوہ خُمار آخر شُد

(۶) شکر ایزد کہ باقبالِ کلہ گوشۂ گل — نخوتِ بادِ دی و شوکتِ خار آخر شُد

(۷) باور م نیست ز بد عہدیِ ایام ہنوز — قصۂ غُصہ کہ در دولتِ یار آخر شُد

(۸) صُبحِ اُمید کہ بد معتکفِ پردۂ غیب — گو بروں آئی کہ کارِ شبِ تار آخر شُد

(۹) گر پریشانیِ کارِ من از زلفِ تو بُود — حل ایں عقدہ ہم از روئے نگار آخر شُد

(۱۰) در شمارِ ار چہ نیاورد کسے حافظ را — شکر کاں محنتِ بے حد و شمار آخر شُد فقط،

معانی و مطلب:

(۱) آج میں نے یہ فال ڈالی اور یہ اختر (ستارہ) اور کام بن گیا۔ کہ ہجر کے دن اور جُدائی کی رات ختم ہوگئی۔

(۲) خزاں کے وہ ناز نخرے جو وہ دکھاتی تھی۔ آخر کار بہار کی ہوا کے قدموں میں آکر قربان ہو گئی۔

(۳) اس توحید کے سورج کے چڑھ جانے سے اپنے دل کے اندر سے سارے وہم اُڑ گئے۔ اور نور میں جا کر ختم ہو گئے۔

(۴) وہ لمبی راتوں کی گھبراہٹ اور دل کا غم اُس پیارے معشوق (پرماتما) کے زلفوں کے سایہ میں ختم ہو گئے۔

(۵) ہے ست گرودیو تیری عمر دراز ہو اور مہربانی کا پیالہ بھرا رہے کہ تیری کوشش سے میرے غم اور دُکھ کا خمار اُٹھ گیا۔

(۶) آج شیرینی بانٹی جاتی ہے کیونکہ پھولوں کے سہرہ کے اقبال سے کانٹوں کا شان و شوکت اور دوئی کا اہنکار ناش ہو گیا۔

(۷) یہ مجھے یقین نہیں کہ اب بُرے دن ہیں۔ یہ حیرانی ہے۔ کہ تیرے در دولت پر وہ دن ختم ہو گئے ہیں۔

(۸) اُمید کی صبح جو کہ غیب کے پردہ میں بری طرح چھپی ہوئی تھی۔ آج ظاہر ہو گئی۔ اور اندھیری رات ختم ہو گئی۔

(۹) اگر میرے کام کا تیرے زُلفوں سے کھُلنا (کامیابی) ہو جائے تو یہ عقدہ تیرے درشن کے سبب سے حل ہو جائے۔

(۱۰) تیری شان میں حافظ کو کون لایا یعنی تیرا ہی سروپ ست گورو نے کر کے دکھلا دیا۔ شکر ہے کہ وہ بے حد و بے شمار محنت ختم ہو گئی۔"

مرشد کی عنایت

آدم — از قلم حکیم حامد علی صاحب مسرور

تمنا ہے کہ مرشد کی عنایت اور ہو جاتی
سکوں پاتا مرا دل اسکی حالت اور ہو جاتی

مری مشق شریعت اور طریقت اور ہو جاتی
حقیقت سامنے ہوتی تو صورت اور ہو جاتی

نگاہ ملتفت سے اُنکی دنیائے تصور بھی
سنور کر رُوکش فردوس و جنت اور ہو جاتی

اگر آئینۂ دل میں وہ آکر جلوہ زا ہوتے
مقدر جاگ اُٹھتا میری نسبت اور ہو جاتی

زبان و ذہن پر میرے عنایت کی نظر کرتے
فصاحت اور ہو جاتی بلاغت اور ہو جاتی

حقیقت کی حقیقت در حقیقت خود حقیقت ہے
اگر یہ رمز سمجھاتے تو قدرت اور ہو جاتی

ضیائے نور حق مسرور کے اس حجرۂ دل کی
ترے ہی دم قدم سے دور ظلمت اور ہو جاتی

اوم اوم

فیضانِ مُرشد

(شاعر خوش کلام پروفیسر بخشی اختر امرتسری دہلی)

۱

مُرشد کے قدم سے دُور رہنے والا — نادان بعید طُور رہنے والا
پا سکتا نہیں جلوۂ نوری کی جھلک — بیگانۂ شرقِ نور رہنے والا

۲

رشتہ خضرِ راہ سے توڑا جس نے — ناطہ کسی نا اہل سے جوڑا جس نے
وہ زیست میں با کام نہیں ہو سکتا — مُرشد کی وفا سے مُنہ کو موڑا جس نے

۳

مُرشد سے جو بیزار ہوا کرتا ہے — اُس سے جسے انکار ہوا کرتا ہے
ہے خالق و مخلوق کی نظروں میں ذلیل — اختر وہ گنہگار ہوا کرتا ہے

۴

بدنام نکو نام کہاں ہوتا ہے — حاسد کوئی خوش کام کہاں ہوتا ہے
ہے صاف دلی کا جام اچھا لیکن — ہر ہاتھ میں یہ جام کہاں ہوتا ہے

۵

جلوہ تجھے اللہ کا دکھائے مُرشد — اک آن میں خالق سے ملائے مُرشد
اس ذات کو پانے کا طریقہ کیا ہے — آ تجھکو طریقہ وہ سکھائے مُرشد

۶

اونچا ہے فلک سے بھی مقامِ مُرشد — سدرہ سے بھی بلند تر ہے بامِ مُرشد
اس اوج و بلندی پہ پہنچ ہے اگر — قدموں کو اُٹھا تو لے کے نامِ مُرشد

اوم — قسط ۶ — (اوم) — اوم — مسلسل

شنکر دگ وجے

"شری سوامی ستیہ آنند جی کے ہندی انوواد کا اردو ترجمہ"

منڈن مشر سے شاستر ارتھ – پنڈت منڈن مشر جی کے وشال بھون میں شاستر ارتھ کا آیوجن کیا گیا۔ بہت سے وِدوان پنڈت لوگ اتساہ کے ساتھ شاستر آرتھ سننے کے لئے پدھارے۔ منڈن مشر کی دھرم پتنی اُبھے بھارتی (شاردا) نے دونوں وِدوانوں کے اصرار کرنے پر مدھیست JUDGE بننا سویکار کیا۔ اُسکی شوبھا دیکھنے لائق تھی۔ وہ ساکھشات سرسوتی نظر آتی تھی۔ اور یہ ناری جاتی کیلئے مہان گورو کی بات تھی۔

(نوٹ) ہندو سماج میں پیشتر ازیں اسی طرح کی مان پرتشٹھا استری جاتی کے لئے چلتی آرہی تھی۔ لیکن مکار دشمن انگریز نے پُرش اور استری کے علیحدہ علیحدہ حقوق ظاہر کرکے ہندو ناری کا اپمان کیا۔ کیونکہ ہندو ناری تو سروسو (مکمل طور پر) گھر کی مالکہ تھی۔ وہ پُرش سے اپنی کوئی علیحدہ ستنتا سویکار کرنے کے لئے تیار ہی نہ تھی۔ کیونکہ ہندو شاستروں کے مطابق استری تو پُرش کی اردھانگنی (آدھا انگ) تصور کیجاتی ہے لیکن ہندو دھرم کی جڑیں کاٹنے اور عیسائیت پھیلانے کیلئے انگریزوں نے یہ شوشا چھیڑ دیا۔ اور انگریزوں کے چیلوں نے (جو بدقسمتی سے ہندو جاتی میں پیدا ہو گئے) انہوں نے طلاق وغیرہ کا قانون رائج کرکے ہندو ناری کے پتی برت دھرم اور دھارمک حقوق کو نیست و نابود کرکے رکھ دیا۔ اب مغرب زدہ ہندو ناری نہ گھر کی رہی نہ گھاٹ کی۔ اور وہ پرمارتھ سے بالکل وِنچت ہو گئی۔ آج بھی ۹۹ فیصدی ہندو ناریاں اس طلاق کو اور باپ کی جائداد کے حق کو تسلیم نہیں کرتیں۔ اور پتی کو ہی اپنا ایشور مانتی ہیں۔ اور "سیوا دھرما پرم گہنو" (سیوا دھرم سب سے زیادہ مشکل دھرم ہے) کو مانتی ہوئی بھی۔ گرہست دھرم کے بندھنوں کو سویکار کرکے اپنا لوک اور پرلوک سنوار رہی ہیں۔) "ایڈیٹر"

اُبھے بھارتی (شاردا) نے پتی کے اصرار کرنے پر مدھیست (فیصلہ کرنے والا جج) بننا سویکار کر لیا۔ اور پتی کے ہار جانے پر صحیح فیصلہ دیا۔ کوئی رو رعائت نہ کی۔

بھگوان شنکر نے اپنا نشچہ اس پرکار پرگٹ کیا۔

برہم ایک ست چت آنند۔ نرمل تتھا پرمارتھ ہے۔ جیسے رسّی میں سانپ اور سیپ میں چاندی کا وہم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ست چت آنند سروپ برہم۔ متھیا انادی اگیان کے کارن ورشیہ مان جگت پرپنچ روپ سے بھاست (پرتیت) ہوتا ہے۔ جب اسے تتوم اسی तत्त्वमसि اہم برہماسمی अहं ब्रह्मास्मि آدی اپنشد واکیوں دوارہ جیو برہم کی ایکتا کا گیان ہوتا ہے۔ تب انادی کارن متھیا گیان سہت یہ تمام پرپنچ نورت ہو جاتا ہے اور یہ اپنے اصلی چن مے سروپ (آتما) میں پرتشٹھت ہو کر جنم مرن سے رہت یعنی مکت ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارا سدھانت ہے۔ اسمیں اپنشد پرمان ہے۔ میں پھر اپنے اس کتھن کو دہراتا ہوں۔ جیو برہم ایک ہے یہی میرا وشے ہے۔ اسمیں اپنشد واکیہ پرمان ہے۔

एक मेवाद्वितीयं ब्रह्म । — (چھاندوگیہ اُپنشد۔ 6 - 2 - 1) ایک ہی ادویت برہم ہے۔

सत्यं ज्ञानमनन्तं ब्रह्म । — تیتریہ اُپنشد 2 - 1 - 1) برہم ستیہ گیان اننت سروپ ہے۔

विज्ञानमानन्दं ब्रह्म । — برہدارنیک اُپنشد (3 - 9 - 28) برہم وگیان اور آنند سروپ ہے۔

सर्वं खल्विदं ब्रह्म । — چھاندوگیہ اُپنشد (3 - 14 - 1) نشچے کرکے سب برہم ہی ہے۔

ब्रह्म विद ब्रह्मैव भवति । — برہم وتیا برہم سروپ ہی ہوتا ہے۔

तत्र को मोह कः शोक एकत्वमनुपश्यतः ॥ (ईशा ७) — جیو برہم کے ایکتو کا انوبھو کرنے والے تتووت کو گیان اوستھا میں موہ اور شوک کہاں؟

اتیادی شرتیاں پرمان ہیں +

اگر میں آپ سے ہار گیا۔ تو میں ان بھگوے کپڑوں کو اُتار کر سفید کپڑے پہن لونگا۔ میں اس کا فیصلہ شریمتی اُبھے بھارتی پر چھوڑتا ہوں۔

شنکر کی پرتگیا سنکر۔ گرہستوں میں شریشٹھ مہان وِدوان پنڈت منڈن مشر نے بھی اپنے مت کے سدھانت کا ورنن کرکے پرتگیا کی۔ "

منڈن مشر کی پرتگیا۔ چیتنیہ سروپ برہم کے پرتی پادن کرنے میں (ویدانت) اُپنشد پرمان نہیں ہیں۔ کیونکہ چدروپ سدھ وستو میں شکتی کا یوگ نہیں ہے۔ ارتھات سدھ وستو کے پرتی پادن میں ویدانت واکیوں کا تاتپریہ نہیں ہے۔ جیسے گھٹ پٹ آدی سدھ وستو کے بودھن کرانے میں شاستر کا تاتپریہ نہیں ہے۔ کنتو ویدنت سے پورب بھاگ کرم کانڈ کرانے میں پرمان ہے۔ وید کرموں سے ہی مکتی بتاتا ہے۔ اس لئے اس لوک میں منش کو تمام آیو کرموں کا انوشٹھان کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ایشاوسیہ اُپنشد میں کہا ہے۔

कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजिविषेच्छतं समाः ॥ ईश - २ ॥

ارتھ۔ کرم کرتے ہوئے سو ورش جینے کی اچھا کرے۔

اس پرکار شرتی آدی پرمانوں کے آدھار پر یہ سدھ ہوتا ہے کہ وید منتروں کا کرم میں تاتپریہ ہے۔ برہم میں نہیں۔ اس واد (بحث مباحثہ) کے کرنے پر یدی میری شکست ہوئی۔ تو میں سفید وستر تیاگ کر بھگوے پہن کر آپ کا شِشیہ ہو جاوں گا۔ جس میری پتنی اُبھے بھارتی کو آپ نے شاستر ارتھ میں مدھیست بنایا ہے۔ اُسے میں بھی سویکار کرتا ہوں۔

یہ کہکر دونو وِدوان اپنے اپنے استھانوں پر بیٹھ گئے۔ تب اُبھے بھارتی نے اُنکے گلے میں پشپ مالا پہنا کر یہ گھوشنا کر دی۔ "جسکے بھی کنٹھ کی مالا جب سوکھ جائیگی تب (اسی) کا نشچت پراجے (شکست) سمجھا جائیگا۔" یہ کہکر وہ گھر چلی گئی۔ کیونکہ اپنے پتی اور سنیاسی کیلئے بھوجن تیار کرنا تھا۔

(نوٹ) دیکھئے! اتنی وِدوان ہوتے ہوئے بھی وہ پتی کا کھانا خود بنایا کرتی تھی۔ ہندو پتی برتا ناری کی مہما کو ورنن کرنے میں آج کا پتت سماج تو اسمرتھ ہی ہے۔)

دونوں ودوانوں کے شاستر ارتھ سُننے کے لئے برہما. وشنو مہیش بھی ادرِشیہ رُوپ میں (یعنی چھپکر) اسی سدن کے اُوپر استھت ہوئے. اپنے پکش کیلئے دونوں نے سمست وید کو ساکشی پرمان مانا. دن پرتی دن شاستر ارتھ گمبھیر ہوتا گیا. اس کے سُننے کے لئے دُور دُور سے پنڈت منڈلیاں آئیں. اسی پرکار پانچ چھ دن بیت گئے. اُبھے بھارتی صرف دوپہر کے وقت آکر دونوں کو بھوجن دے جاتی. شاستر ارتھ کرتے وقت دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی. کرودھ کا نام ونشان نہ تھا. آخر شنکر نے منڈن مشر کو لاجواب کر دیا. آچاریہ نے شرتی پرمان سے سدھ کر دیا. کہ ویدانت برہم میں پرمان ہیں. کرم میں نہیں.

اس پرکار منڈن مشر جب اپنے سدھانت کے سمرتھن کرنے میں اسمرتھ ہو گئے. تب ویدانت واکیوں سے پرسدھ ادویت سدھانت کے کھنڈن کرنے کی اِچھا سے بولے:۔

ہے یتی سریشٹھ! آپ لوگ جیو اور برہم کی واستوک وشدھا ایک رُوپتا سویکار کرتے ہیں. (یعنی جیو اور برہم ایک ہی ہیں. ان میں بھید نہیں) پرنتو ہم تو اس وشئے میں کوئی بھی پربل پرمان نہیں جانتے. ارتھات وید میں کوئی بھی ایسا پرمان نہیں ملتا جس سے جیو برہم کی ایکتا سدھ ہو نیز ہر ایک پرانی دُکھ کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی کا خواہشمند ہے اور یہی پرشارتھ ہے. جسکے لئے وید کے مطابق یگیہ دان تپ آدی کرم بتائے گئے ہیں.

شنکر بولے:۔ اس وشئے میں اُپنشد پرمان ہیں. اُدالک آدی مہان گورو لوگ شویت کیتو آدی پرمکھ شِشوں کو پرماتما کا اُتم رُوپ سے گرہن کرتے ہیں. جیسے:۔

तत्सत्यं स आत्मा तत्त्वमसि श्वेतकेतो " छा. ६-८-७

ارتھ:۔ وہ ستیہ ہے. وہ آتما ہے. ہے شویت کیتو! وہ تو ہے.

جیسے جل میں ڈالا گیا نمک گھل جانے سے درشٹی گوچر نہیں ہوتا. ویسے ہی برہم سروتر ویاپت ہونے پر بھی درشٹی گوچر نہیں ہوتا

न चक्षुषा गृह्यते "

وہ چکشو (آنکھ) سے دیکھا نہیں جاتا.

پھر مہرشی یاگیہ ولکیہ نے بھی راجہ جنک کو کہا.

अभयं जनक प्राप्तोऽसि

तदाऽऽत्मानमेवावेदहं ब्रह्मास्मि तस्मात्तत्सर्वम भवत् "

ارتھ:۔ ہے جنک! نشچے تو ابھے پد کو پراپت ہوا ہے. "میں برہم ہوں" ایسا اپنے کو جان. ایسا جاننے سے وہ سب برہم ہوا.

ब्रह्म विद ब्रह्मैव भवति " برہم ویتا برہم ہی ہوتا ہے.

तत्र को मोहः कः शोक एकत्वमनुपश्यतः — ایشا واسیہ اُپنشد میں لکھا ہے.

ارتھ. ایکتو (ایک ہی) دیکھنے والے کو موہ کہاں اور شوک کہاں.

ایسے شرتی پرمان یُکتی اور اُداہرنوں (مثالوں) سے جیو برہم کی ایکتا ہی سدھ ہوتی ہے. برہم آتم بھاو ہوتے سے سب دُکھوں کی اتینت نورتی اور پرمانند کی پراپتی رُوپ پرشارتھ سدھ ہی ہے.

(باقی پھر)

آئینۂ حقیقت

از پنڈت سوزؔ

گھوما پھرا تلاش میں لیکن نہیں ہے تو
مجھ کو خبر نہیں تھی کہ دل سے قریب ہے تو

تیرے وجود پر ہے خیالِ بشر دلیل
میرا یہ سوچنا بھی کہ شاید نہیں ہے تو

چشمِ مجاز دامِ خرد میں اسیر ہے
بحث غلط ہے ورنہ کہ پردہ نشیں ہے تو

مجھ کو بھی کاش ہو کبھی حسنِ نظر عطا
میں بھی تو دیکھ لوں تجھے کتنا حسیں ہے تو

ملحد کو بھی پناہ دی رحمت کے سائے میں
خود مارِ گشتنی کے لئے آستیں ہے تو

مورِ نحیف و پیلِ قوی کا کفیل ہے
ڈھانکا ہے جس نے سب کو وہ چرخِ بریں ہے تو

سطحِ زمیں پہ جھگڑے ہیں ایمان و کفر کے
منزل بہت بلند ہے جس جا مکیں ہے تو

رستے کی چھان بین میں گم راہگیر ہیں
سالک سے بے نیاز ہو ایسا نہیں ہے تو

دنیا میں تیرے نام پہ بہتا رہا لہو
ہر چند ماورائے رہِ کفر و دیں ہے تو

وہم و گماں میں کیوں رہے گورداس رام سوزؔ
ایماں کی بات یہ ہے کہ عین الیقیں ہے تو

چہل درویش

(از منشی سورج نرائن جی مہرؔ)

دوسرا سادھن۔ بیراگ یا نفرت از دنیا

ساتویں سادھو کی کہانی

بیراگ دولت اور یار دوستوں سے

گریہ دیکھا ہے اور خندہ دیکھا
دنیا کا عجب ہم نے دھندا دیکھا

مطلب کا یار ہے زمانہ اے مہرؔ
جس کو دیکھا غرض کا بندہ دیکھا۔

ہوتا ہے یہاں مہر کوئی کب اپنا — مطلب ہاں ڈھونڈتے ہیں ہم سب اپنا
ہم نے سب آشنا غرض کے پائے — سچ ہے دُنیا ہے اور مطلب اپنا۔

جس سادھو سے خطاب کیا گیا تھا۔ اُس نے اپنی داستان اس تمہید سے شروع کی۔ مہاراج وویک ویدانت کا پہلا سادھن ہے۔ اسکی ابتدا آدمی کو ویدانت پڑھنے کے لائق بناتی ہے۔ اور اسکی انتہا پورن گیان اور جیون مکتی کا حصہ دار کرتی ہے۔ بیراگ دوسرا سادھن اور وویک کا قدرتی نتیجہ ہے۔ جہاں آدمی کو یہ تمیز ہونے لگی۔ کہ ست چیز ایک آتما ہے۔ باقی سب جگت جھوٹا ہے۔ اُسے دُنیا اور دُنیا کی چیزوں میں دلبستگی نہیں رہنی چاہیئے۔ اسی دلبستگی کے نہ رہنے کا نام بیراگ ہے۔ جتنا یہ بیراگ طبیعت میں استوار ہوتا جائیگا۔ اُتنا ہی آدمی دنیا سے ہٹتا جائیگا۔ اور ترقی روحانی کرتا جائے گا۔ کیونکہ جو شخص دُنیا کو بے ثبات مانتا ہے۔ یہاں کے تماشے اس کو عالم رویا کے تماشوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جان بوجھ کر کوئی شخص خواب کے نظاروں کو سچّا مان کر انہیں نہیں پھنسا کرتا۔ بس ترقیٔ روحانی کے لئے بیراگ ایک لازمی چیز ہے۔ چونکہ میرا حال بڑا عبرتناک ہے۔ اس وجہ سے سناتا ہوں۔ مجھے کامل اُمید ہے کہ اس سے ہر شخص نیک سبق حاصل کرے گا۔

میرا نام کروڑی مل ہے۔ اور میں لکھنؤ کے ایک امیر کبیر آدمی کا بیٹا ہوں۔ ہمارے گھرانے میں پشتہا پشت سے ساہوکاری ہوتی تھی۔ لاکھوں کا لین دین کرتے تھے۔ لاکھوں کی جائداد تھی۔ لاکھوں روپیہ نقد گھر میں رہتا تھا۔ چنانچہ میں نے بڑے اللّے تللّے سے پرورش پائی ہے۔ نوکر چاکر گاڑی سواری۔ پوشاک خوراک۔ مکان اور سامان۔ غرض ہر چیز شہزادوں کی طرح میرے لئے مہیا رہتی تھی۔ ہنڈی پرچے کا کام اور ہندی مہاجنی سیکھنا تو میرا فرض ہی تھا۔ لیکن لکھنؤ کا بسیا تھا۔ وہاں کی زبان اردو کا بھی رسیا تھا۔ مزے لے لے کر اردو شعرا کا کلام پڑھا کرتا تھا۔ اور خود بھی اُسی رنگ میں شعر کہتا تھا۔ آپ سادھو لوگ ہیں۔ چونکہ آپ کو یہ علم نہیں ہے۔ کہ شعرائے اردو کے خیالات کس قسم کے ہوتے ہیں۔ اس لئے کچھ نمونے کے اشعار پڑھتا ہوں۔

پندِ واعظ سنتے سنتے کان اپنے بھر گئے — کیا عبادت کو ہمیں ہیں سب فرشتے مر گئے
مَے پی تو سہی توبہ بھی ہو جائے گی زاہد — کمبخت قیامت ابھی آئی نہیں جاتی

داغ

عُمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومنؔ — آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے
مومن سوئے شرق اُس بُت کافر کا تو گھر ہے — ہم سجدہ کدھر کرتے ہیں اور کعبہ کدھر ہے

مومن

قرض کی پیتے تھے مے پر لیکن کہتے تھے کہ ہاں — رنگ لائیگی ہماری فاقہ مستی ایک دن
دھول دھپّا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہیں — ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبؔ پیش دستی ایک دن

غالب

پہنچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب
بیج ہے حرامزادے کی رسی دراز ہے

دروازہ میکدے کا نہ کر بند محتسب
ظالم خدا سے ڈر کہ درِ توبہ باز ہے

ذوق

صبح اُٹھ جام سے گزرتی ہے
شب دلارام سے گزرتی ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گزرتی ہے

یہ اشعار مستند اُستادوں کے ہیں۔ اسی طرح کے اشعار جس اردو شاعر کے دیوان سے فرمائیں۔ دستہ دستہ چن سکتا ہوں۔ میں انہیں پڑھا کرتا تھا۔ اور اسی قسم کی شاعری کی اُدھیڑبن میں خود رہا کرتا تھا۔ فرمائیے جو نوجوان ایسے مخرب اخلاق مضامین شب و روز دیکھتا رہے۔ اُس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ شاعری ایک متبرک اور مقدس جذبۂ انسانی ہے۔ جو دل کو اُبھار اور خیالات کو علو بخشتا ہے۔ ہمارے ہاں لوگوں نے اسے امردوں۔ رنڈیوں اور بھڑووں کا کھیل بنا دیا ہے۔ میں چونکہ امیر کبیر آدمی کا بیٹا تھا۔ مشاعرے میں میری غزلوں کی وہ داد ملتی تھی کہ کچھ نہ پوچھئے۔ میں نے شعر پڑھا اور ہر طرف سے مرحبا، جزاک اللہ کی صدا بلند ہوئی۔ یہ نعرۂ تحسین بلند کرنے والے لوگ میرے دست نگر۔ بذلہ سنج۔ لطیفہ گو۔ خود اسی قسم کے شعر کہنے والے آدمی تھے۔ جن کے ساتھ میں روپے پیسے سے سلوک کرتا رہتا تھا۔ اور جو بیجا تعریف اور خوشامد کر کے مجھے آسمان پر چڑھاتے رہتے تھے:۔

میرے ہم صحبتوں اور ہم نشینوں کا ایک جرگہ تو یہ تھا۔ انکے علاوہ احباب کا ایک مجمع کثیر اور تھا۔ ان میں سے بعض موسیقی کے شائق یا اُستاد تھے۔ بعض کبوتر باز۔ پتنگ باز۔ مرغ باز۔ قمار باز۔ یا اور کچھ باز تھے بعض کھانا پکانے اور نعمتہائے لذیذ بنانے میں اُستاد تھے۔ اور شراب کے جلسوں کی جان تو تقریباً سب ہی تھے۔ احباب کے جلسے اکثر ہوتے۔ اُن میں شعر خوانی، لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی ہوتی۔ مل کر میلوں میں جاتے۔ سفر کرتے، سیر سپاٹے کا دم بھرتے۔ بٹیروں۔ دنگلوں۔ گھڑ دوڑوں میں شریک ہوتے۔ بھاری بھاری شرطیں لگاتے اور اُن میں خوب ہار جیت ہوتی۔ اس قسم کے جلسوں کا خرچ کثیر میرے ہی سر پڑا کرتا تھا۔ لیکن لازمۂ امیری سمجھا جاتا تھا۔ اس وجہ سے خیال بھی نہیں آتا تھا۔ کہ یہ خرچ بے جا ہے۔ یا حد اعتدال سے متجاوز ہے۔

والد کی عین حیات میں بعض جلسے اُنکی اجازت یا حکم سے ہوتے تھے۔ اور بعض میں میں چھپے چوری شریک ہوا کرتا تھا۔ میرے ہمنشینوں نے مجھے صلاح دی تھی۔ کہ اردو شاعری اچھی جبھی ہو سکتی ہے۔ کہ شاعر زنانِ بازاری کی حرکات و سکنات۔ رمز و کنایہ۔ گفتگو و محاورہ اور بالعموم ہر قسم کے چوچلوں سے آشنا ہو۔ چنانچہ قبول صورت۔ خوش کلام اور دلفریب و دلربا رنڈیوں کے کوٹھوں پر مجھے میرے احباب لے گئے۔ اور لکھ پتی ساہوکار کا بیٹا سمجھ کر ہر ایک نے دام فریب میں پھنسانا چاہا۔ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ ایک معشوقۂ طناز کے دام میں میں آ بھی گیا۔ اور خفیہ طور پر اُسے معقول مشاہرہ پر نوکر رکھ لیا۔ شام کو ہوا خوری کرنے جاتا تو کبھی کبھی اس کے پاس بھی چلا

جاتا تھا۔ وہ دمباز ہجر و فراق کے پھڑکتے ہوئے اشعار مجھے سناتی اور بار بار کہتی۔ میں تمہاری جدائی میں دلفگار رہتی ہوں۔ تم روز کیوں نہیں آتے۔ لیکن مجھے والد کا بھی خوف رہتا تھا۔ اور عزت کا بھی خیال تھا۔ ہر قسم کے عیب بے شک کرتا تھا۔ مگر خفیہ خفیہ۔ ابھی کھل کھیلنے کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔

جب والد کا انتقال ہو گیا تو کچھ روک ٹوک نہ رہی۔ جتنے میرے ہمنشیں اور ہم صحبت پہلے تھے۔ اب ان سے دس گنے بڑھ گئے۔ ان میں سے شہر کے رئیس امیر۔ ارباب جاہ و مناصب۔ اور اہل علم و فضل بھی تھے۔ متوسط درجے کے آدمی بھی تھے اور چھوٹے درجے کے بھی۔ سب آ آکر اور خوشامد کر کے میرا دماغ آسمان پر چڑھاتے تھے۔ میری شاعری کی تعریف کرتے تھے۔ میرے حسن مذاق کی داد دیتے تھے۔ میری نوجوانی۔ نیک نامی۔ سیر چشمی اور سخاوت و خیرات کے مدح سرا تھے۔ جو آتا تھا یہی کہتا تھا۔ کہ اور آدمیوں میں ایک دو وصف ہوتے ہیں۔ میں مجموعۂ حسنات ہوں۔ لیکن اس گروہ دمبازاں کی مدح سرائی کی جڑ میں خود غرضی تھی۔ کوئی اپنا مکان میرے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا تھا۔ قرض کا خواہاں تھا۔ کسی کی لڑکی یا لڑکے کی شادی تھی۔ اور مجھ سے امداد مانگتا تھا۔ مہاراج میں نے رشتہ داروں کو خود غرض پایا۔ دانت کاٹی روٹی کھاتے ہوئے یاروں کو خود غرض پایا۔ جس کو دیکھا اپنی غرض کا بندہ دیکھا۔ یہ باتیں میں اس وقت آپ سے کر رہا ہوں۔ مگر ان دنوں میں ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ اور جھوٹی خوشامد و تعریف کو سچا جانتا تھا۔

جو جلسے پہلے گاہے بگاہے ہوتے تھے اب وہ روزمرہ ہونے لگے۔ اور سیٹھ کروڑی مل کے جلسوں کی شہر میں دھاک بندھ گئی۔ اچھے سے اچھا کھانا پینا۔ اچھے سے اچھا ناچ گانا۔ پھر اکابر اور ارباب کمال کا لطف صحبت۔ سب چیزیں دل کی لبھانے والی تھیں۔ رنڈی پہلے ایک نوکر تھی۔ اب کئی کو تنخواہ دی جاتی تھی۔ اور یہ تو ایک معمولی بات تھی کہ کسی رقاصہ کی کوئی بات پسند آئی اور یار دوستوں میں کسی نے ہمزبان ہو کر تعریف کی۔ فوراً سو پچاس روپے انعام دے دیئے۔ میں نے پہلوان نوکر رکھے۔ ہر قسم کے استاد فراہم کئے۔ جو تمام "بازیوں" میں طاق تھے۔ نئے فیشن کا ولائیتی سامان آرائش خریدا۔ گاڑی بگھی، انگلستان سے بنوا کر منگوائیں۔ مکان کو سجا کر طلسم خانہ بنا لیا۔ اس میں شراب کے جلسے ہوتے تھے۔ اور میں اکثر مدہوش ہو جاتا تھا۔

ایک شب کا ذکر ہے۔ کہ مجھے اس حالت مدہوشی میں دیکھ کر میری بیاہتا بیوی جو نہایت حسین اور نیک عورت تھی کہنے لگی۔ تم نے برا رنگ بدلا ہے۔ پہلے کوٹھی کا کام دیکھا بھالا کرتے تھے۔ اب وہ بھی مہینوں سے چھوڑ دیا ہے۔ منیب اور گماشتے ادھر لوٹتے ہیں۔ تمہارے بد اطوار دوست ادھر لوٹتے ہیں۔ یہی حال رہا تو لاکھ کا گھر خاک میں مل جائیگا۔ روز کے جلسے اور ان میں ایسا مدہوش ہو ہو کر گھر آنا۔ اچھی باتیں نہیں۔ میرے سر پر شراب کا جن سوار تھا۔ نصیحت سننے کی تاب کہاں تھی۔ بے ساختہ بولا چپ۔ کیا بکتی ہے۔ تیری باتیں میرے دل میں تیر سی لگتی ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے اس کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ وہ غریب دوسرے ہی روز باپ کے گھر کانپور چلی گئی۔ اور وہیں غم میں گھل گھل کر مر گئی۔ میرے خسر صاحب نے مجھ سے یہ بدلا لیا کہ پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کا جو زیور وہ ساتھ لے گئی تھی سب ہضم کر لیا۔ اور رسید تک نہ دی۔

بیوی کے مرنے سے مجھے اور بھی آزادی مل گئی۔ اور میں خوب کھل کھیلا۔ ،،

آپ سادھو لوگوں کو تعجب آتا ہوگا۔ کہ یہ بندۂ ہوس ہماری متبرک منڈلی میں اتنی دیر سے کیا بیہودہ بکواس کر رہا ہے۔ لیکن مہاراج یہ مضمون ختم ہوگیا ہے۔ اور اب میں وہ مضمون شروع کرتا ہوں۔ جس نے میری طبیعت میں بیراگ پیدا کیا۔ جو خرچ میں نے اپنے سر باندھ رکھے تھے اُن کے لئے قاروں کا خزانہ بھی کافی نہیں ہوسکتا تھا۔ میں تو ہندوستان کا ایک ساہوکار تھا۔ حسن آرا اور اس کے باغ۔ کوٹھی۔ آرائش اور زیور کپڑے میں کوئی دو ڈھائی لاکھ روپئے کے پھیر میں آگیا تھا۔ اتنا نقد روپیہ گھر میں نہ نکلا اور کئی بار مجھے بنکوں کو رقعے لکھ لکھ کر قرض لینا پڑا۔ میری آمدنی اب وہ نہیں رہی تھی جو باپ کے سامنے تھی، وہ خود کوٹھیوں کا انتظام کرتے تھے۔ اور میں عیش و عشرت میں پڑ گیا تھا۔ سارا کارخانہ گماشتوں اور منیبوں کے ہاتھ میں تھا۔ اپنی نگرانی نہ ہو تو ساہوکارے کے کاموں میں بڑے بڑے منافع کیونکر ہوسکتے ہیں۔ ،،

رات کو گھر میں جا کر بستر راحت پر دراز ہوا تو نیند اڑ گئی۔ کہاں حسن آرا کا وہ عشق و محبت کا اظہار۔ کہاں یہ مکاری و دغابازی کے اسرار۔ ہائے میں کیسا دام فریب میں پھنسا۔ جتنی محبت تھی نفرت میں بدل گئی۔ اور میں نے کہا ذرا بنک کا معاملہ طے ہوجائے تو میں ان سب بدمعاشوں کو جیلخانے بھجواؤں گا۔ لیکن بنک کا معاملہ طے ہو تو کیونکر ہو۔ لکھنؤ میں میرے بہتیرے لکھ پتی دوست ہیں۔ جو دانت کاٹی روٹی کھاتے ہیں۔ سب سے میں نے آڑے وقت میں سلوک کیا ہے۔ کیا وہ میری امداد نہ کریں گے۔ دل نے کہا۔ حسن آرا کا حال دیکھا۔ اگر وہ سب بھی ایسے ثابت ہوئے تو کیا کروگے۔ لکھنؤ کی جائداد فروخت کردو اور بنک کو روپیہ بھجوا دو۔ لیکن اگر سب لین دار بھی آ کھڑے ہوئے تو پھر کیا۔ دل نے کہا دیوالہ۔ دیوالہ اور کچھ نہیں۔ انہیں خیالات میں غلطاں پیچاں۔ کوئی تین بجے کے قریب آنکھ لگی۔ تو خواب بھی ویسے ہی بھیانک نظر آئے۔ لین داروں کا کوٹھی میں ہجوم ہے۔ کوئی رو رہا ہے۔ کوئی مجھے کوس رہا ہے :

صبح اُٹھا تو رات کی بے خوابی سے طبیعت پریشان تھی۔ خیر نہا دھو کر نواب ناصر علی خاں کے مکان پر پہنچا۔ نواب صاحب نہایت تپاک سے ملے۔ میری خیریت پوچھ کر کہنے لگے۔ کیا حسن آرا کو بھی ساتھ ہی کلکتہ لے گئے تھے۔ میں نے کہا نہیں۔ وہ تو وطن گئی ہے۔ پھر اِدھر اُدھر کے اذکار چھیڑے آخر میں حرف مطلب زبان پر لایا۔ نواب تین لاکھ روپئے کا نام سنکر چونکا۔ میں نے کہا۔ بھائی گھبراتے کیوں ہو۔ میری دس لاکھ کی جائداد لکھنؤ میں کھڑی ہے۔ تمہارا روپیہ مارا تو نہیں جاتا۔ دو سال ہوئے۔ تم پر آڑا وقت پڑا تھا۔ میں نے دو لاکھ روپیہ نکال کر دے دیا تھا یا نہیں۔ آج مجھ پر بُرا وقت ہے میری مدد کرو۔

دوست مشمار آنکہ در نعمت زند — لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آں دانم کہ گیرد دست دوست — در پریشاں حالی و درماندگی

مہاراج یہ بے ایمان شخص میرے سامنے خدا کی قسم کھا گیا۔ سر پر ہاتھ رکھکر بیٹے کی قسم کھا گیا۔ کہ میرے پاس روپیہ نہیں ہے ورنہ ہم آنکھوں سے دیدیتا۔ حالانکہ میں بخوبی جانتا تھا کہ صرف لکھنؤ کی کوٹھیوں اور بنکوں

ہیں اس کا دس لاکھ سے زیادہ روپیہ جمع ہے۔ مجھے اسکی بے ایمانی اور احسان فراموشی سے نفرت ہوئی اور اٹھ کر چلا۔ لیکن جوتہ پہن رہا تھا۔ کہ اپنے بیٹے سے میں نے اس کو یہ سرگوشی کرتے سُنا ایک دو روز میں لالہ کروڑی مل کا دیوالہ ہے۔

ایک اور دوست جو لکھ پتی تھے اور میرے ہندو بھائی تھے۔ اُن کے پاس گیا۔ اور حال سُنایا۔ انہوں نے صاف جواب دے دیا۔ کہ ہم اپنا روپیہ جوکھوں میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ اس طرح جن جن رئیسوں اور امیروں سے مدد کی اُمید ہو سکتی تھی اور جو اپنے تئیں میرا یار جانی اور دوست لاثانی بتایا کرتے تھے سب کو آزما دیکھا۔ لیکن جہاں گیا جواب صاف پایا۔ مجھے رہ رہ کر اشعار ذیل یاد آئے۔

نہ رکھ ہرگز توقع دوستوں سے دوستداری کی　　　کہ نادانی ہے عیاروں سے یہ اُمید یاری کی
زمانہ ساز اے غافل ہے یہ انبوہ زمسازاں　　　تجھے اُمید دمسازوں سے ہے الفت شعاری کی
زباں پر اور کچھ ہے دل میں لیکن اور ہی کچھ ہے　　　نہ جا باتوں پہ انکی کیونکہ یہ باتیں ہیں خواری کی
موافق دوست ہیں جبتک زمانہ بھی موافق ہے　　　زمانہ پھر گیا پھر کس نے تجھ سے سازگاری کی
مگس کی طرح سب ہیں جمع دستر خوان پر تیرے　　　سمجھ اس نکتۂ باریک کی نادان باریکی
اُٹھا جب خوان نعمت یہ بھی اُڑ جائیں گے دم بھر میں　　　بس اتنی انتہا ہے دوستو نکی دوستداری کی

آخر شام کو چچا سے تمام حال کہا۔ اُن کے فوارے اشک حسب معمول اُمڈ ے۔ کہنے لگے۔ میرے ساتھ الہ آباد چلو۔ وہاں تمھارے والد کے اور میرے دوست موجود ہیں۔ دیکھو وہاں کچھ بنے۔ میں نے کہا۔ یہاں کے دوست دیکھ لئے یہاں کیا خاک بنا ہے جو وہاں بنیگا۔ ابھی وقت ہے۔ صبح مینیجر سے کہہ دیتے ہیں کہ آپ ہماری جائداد رہن یا بیع کرلیں نالش نہ کریں۔ دونوں باپ بیٹوں نے پاؤں پڑ پڑ کر اور قسمیں دلا دلا کر مجھے اس ارادے سے باز رکھا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ گرو اور رہن کا معاملہ تو عین وقت پر بھی ہو سکتا ہے۔ ابھی سے کیوں جوکھوں میں پڑے چار و ناچار ہم رات کو الہ آباد کی طرف روانہ ہوئے لیکن دو روز تک ٹکریں ماریں اور نتیجہ وہی ہیچ نکلا یعنی سب آشنا نا آشنا بن کر کانوں پر ہاتھ رکھ گئے۔

دوسرے روز لکھنؤ کی کوٹھی کا یہ تار ہم کو ملا کہ فوراً چلے آؤ۔ دیوالے کی خبر شہر میں مشہور ہو گئی ہے۔ چنانچہ رات ہی کو ہم روانہ ہو گئے۔ صبح میری کوٹھی میں اژدہام عام تھا۔ لوگ مغلظ گالیاں دے رہے تھے۔ اور میرے خون کے پیاسے کھڑے تھے کہ اس بدمعاش نے شراب خواری۔ رنڈی بازی اور بد اطواری میں ہمارا روپیہ برباد کر دیا۔ ہنگامے کے خوف سے پولیس اور کلکٹر صاحب بھی آگئے۔ مینیجر بنک بھی تھا۔ دونوں میں کچھ گٹ پٹ ہو کر مکان میں پولیس کا پہرہ ہو گیا۔ اور دروازوں پر مہریں لگا کر بند کر دیا گیا۔ میں چچا کے مکان پر چلا گیا۔ دونوں باپ بیٹوں نے مجھے آنکھ کے تارے کی طرح رکھا۔ یہی کہتے رہتے تھے گھبرانا نہیں تمھارا دو لاکھ روپیہ موجود ہے۔ اور ہم تمھارے رشتہ دار نہیں۔ پُرانے نمک خوار ہیں۔ مجھے دنیا کے لوگوں کی خود غرضی اور نفسانیت سے ایسی نفرت ہو گئی تھی کہ ان کا یہ ایثار اور ہمدردی عجیب چیز معلوم ہوتی تھی۔

اور بار بار میں یہی کہتا تھا۔ چچا صاحب تم آدمی نہیں دیوتا ہو۔ اور میرے لئے تو پرمیشور ہو۔ ،،

مجھے دیوالیہ قرار دیئے جانے کا مقدمہ کئی مہینے ہوتا رہا۔ اثنائے مقدمہ میں میرے جدّی مکان اور والدہ کے زیور کا معاملہ بھی پیش ہُوا۔ چچا نے ہبہ نامہ دکھایا۔ اور میں نے شہادت دی کہ والد ماجد کی وصیت کے مطابق یہ ہبہ نامہ لکھا گیا ہے۔ مجھے دونوں چیزوں سے کچھ سروکار نہیں ہے چنانچہ مکان اور زیور دونوں چچا کو مل گئے۔ گھر آکر چچا نے مجھے گلے سے لگایا۔ اور میری بہت کچھ تعریف کی۔ اخیر روز فیصلہ سُنایا گیا۔ لوگوں کو دینا تقریباً سوا کروڑ تھا۔ اور کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ ایک کروڑ بھی نہ تھی۔ عدالت کے باہر سینکڑوں آدمی جمع تھے۔ اور ایک کہرام برپا تھا۔ فیصلہ سُنایا جا چکا۔ تو چچا اور اُن کا لڑکا دونوں پہلے اُٹھکر اور گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ حالانکہ ہر روز ہم سب ساتھ جایا کرتے تھے۔ مجسٹریٹ کو میرے حال پر رحم آیا۔ ایک افسر پولیس کو ساتھ کیا اور وہ مجھے چچا کے گھر پہنچا گیا۔ شہر میں یہ خبر پھیل گئی۔ کہ افسر پولیس مجھے جیلخانہ لے گیا۔ چچا اور اُنکا لڑکا ابھی تک دونوں گھر نہیں پہنچے تھے۔ میں ایک کوٹھڑی میں جا بیٹھا۔ اور اپنے حال زار پر آٹھ آٹھ آنسو رویا۔ بار بار خیال آتا تھا۔ کیا تھا کیا ہو گیا۔ اب جینا ہیچ ہے۔ زہر کھا لو یا کوئیں میں ڈوب مرو۔ آخر چچا کی چھوٹی لڑکی جس سے ان ایام میں میں بہت مانوس ہو گیا تھا آئی۔ اور ہاتھ پکڑ کر مجھے باہر لائی کہ چلو نہاؤ یہاں کوٹھڑی میں کیا کر رہے ہو۔ میں نے کپڑے اُتارے اور نہایا نہا کر اس بچے سے باتیں کرنے لگا۔ تو کچھ غم غلط ہُوا۔ اور وہ خودکشی کے خیالات دل سے دُور ہوئے۔ اتنے میں چچا صاحب اور اُنکے صاحبزادے تشریف لائے ؛

مجھے دیکھتے ہی چچا نے اپنے سر پر ایک دوہتڑ مارا۔ کہ نالائق تو نے ہمارے خاندان کے نام میں بٹا لگا دیا۔ لاکھ کا گھر خاک میں ملا دیا۔ جا اپنے زندی بھڑوؤں میں۔ میرے گھر تیرا کیا کام ہے۔ اپنے باپ کا بیٹا ہے تو پھر مجھے مُنہ نہ دکھائیو۔ چچا یہ صلواتیں سُناتے جاتے تھے۔ اور میری آنکھیں کھلتی جاتی تھیں۔ کہ باپ بیٹے دونوں کیسے بدمعاش آدمی ہیں۔ وہ بنک کے نام گمنام چٹھی انہوں نے ہی لکھی تھی۔ بنک کا روپیہ لکھنؤ کی جائداد سے دینے کو انہوں نے ہی منع کیا تھا۔ الہ آباد یہی مجھے کھینچ کر لے گئے تھے۔ اور شہر میں دیوالہ کی خبر انہوں نے ہی اُڑائی تھی۔ دوران مقدمہ میں میری جو خاطر و تواضع یہ کرتے تھے۔ وہ صرف ہبہ نامہ پر میری شہادت کی غرض سے تھی۔ کہ اگر یہ باپ کی وصیت سے مکر گیا۔ تو ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔ ،،

ان خیالات سے ایک تیر ہوائی دل پر لگا اور دنیا نظر میں تیرہ و تار ہو گئی۔ کہ الٰہی یہاں کہیں بھی سچ ہے یا سب جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ میں نے چچا کو سلام کیا اور کہا جائداد تمہیں مُبارک۔ یہ میرے کونسے کام آئی ہے۔ جو تمہارے آئے گی۔ ہاں پرماتما کریں۔ تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے۔ یہ کہکر ننگے سر ننگے پاؤں۔ فقط دھوتی پہنے چل کھڑا ہُوا۔ شہر سے باہر ایک سڑک ملی اسی پر ہولیا۔ بیراگ کی تیز آگ دل میں لگی ہوئی تھی اور رہ رہ کر خیال آتا تھا۔ کروڑوں مل خدا نے دولت جیسی نعمت تجھے عطا کی تھی۔ اس سے تو حاجت مندوں کی مدد کر سکتا تھا۔ پاٹھشالائیں یتیم خانے کھول سکتا تھا۔ دھرم کے کام کر سکتا تھا۔ تو نے اِسے اوباشیوں میں اُڑا دیا۔ اب فقیروں کے سوکھے ٹکڑے کھا۔ اور ترقی کا جو دوسرا موقع ملا ہے۔ اُسے ہاتھ سے نہ گنوا ؛

میں تمام شب چلتا رہا۔ لیکن نہ تکان محسوس ہوئی۔ نہ نیند نے غلبہ کیا۔ صبح ہوئی تو سڑک کے کنارے ایک مندر دیکھا۔ یہاں سادھوؤں کی ایک منڈلی ٹھہری ہوئی تھی۔ اور یوگ واشِشٹ کی کتھا ایک مہاتما بانچ رہے تھے میں بھی بیٹھکر سُننے لگا۔ مقام وہی تھا۔ جہاں مہاراج رام چندر جی اپنے ویراگ کا حال بیان کرتے ہیں۔ سُن سُن کر مجھ پر رقّت طاری ہوئی۔ مہاتما سادھو کتھا کہتے رہے۔ اور میں روتا رہا۔ سب سمجھے کہ یہ لالہ کوئی بڑے پریمی بھگت ہیں۔ کتھا ختم ہو چکی تو میں اِن مہاتما کے چرنوں میں گر پڑا۔ اور رو رو کر اُن کو تمام حال سُنایا۔ انہیں رحم آیا اور مجھے اپنا چیلا بنا کر ویدانت پڑھایا۔ اس سے میرا ویراگ اور بھی تیز ہُوا۔ ہاں جسقدر میں گیان کی راہ میں بڑھتا گیا۔ اُسی قدر شانتی آتی گئی۔ میں نے نوعِ انسان کی نفرت سے ویدانت شروع کیا۔ اور اب میں سب کو برہم رُوپ کر کے دیکھتا ہُوں اور شانت ہوں۔ مہاراج یہاں یہ کہنا ضروری نہیں کہ وہ مہاتما آپ تھے۔ جنہوں نے مجھے سنسار سے پار اُتارا ہے۔ اوم شم "

یوگ واشِشٹ سادہ اُردو قیمت ۶/ روپئے دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی سے حاصل کریں۔

اوم　　　　اوم

بے وفائے دُنیا

(از منشی سورج نرائن مہر)

کبھی نہ دُنیا سے دل لگانا نہیں ہے دُنیا بُری بلا ہے
کبھی نہ دھوکے میں اسکے آنا دغا کی پُتلی ہے بے وفا ہے

تم اس پہ ہو جانِ دل سے مفتوں سمجھ کے لیلےٰ بنے ہو مجنوں
مگر جنُوں ہے فسُونِ الفت جہاں کہ معشوق بے وفا ہے

کبھی یہ اُسکی کبھی یہ اسکی۔ جو غور کیجے تو کب ہے کس کی
نہ یہ ہماری نہ یہ تمہاری نہ یہ کسی کی بھی آشنا ہے

نہ کچھ امیروں سے اسکو اُلفت نہ کچھ غریبوں پہ چشمِ رحمت
نہ بادشاہوں کی اسکو پرواہ نہ یہ گدا پر فریفتہ ہے

کبھی حکیموں کی یہ نہ سائل۔ نہ جاہلوں پر کبھی یہ مائل
حکیم و جاہل ہیں اسکو یکساں نہ جہل کا غم نہ علم کا ہے

نہ جاہ و منصب پہ ہے نظر کچھ۔ نہ شہرت و نام کی خبر کچھ
ہر ایک پامال اس کا دیکھا نہ میں بچا ہوں نہ تو بچا ہے

نہ یار دُنیا ہوئی جواں کی۔ نہ طفل اور پیرِ ناتواں کی
نہ عورتوں سے اسے تعلق۔ نہ اسکو مردوں سے واسطہ ہے

نہ تندرستوں سے اسکی یاری۔ نہ کچھ مریضوں کی غمگساری
نہ بے خبر اس سے بچتے دیکھے۔ نہ کوئی ہوشیار ہی بچا ہے

ہزاروں آتے ہیں اور جاتے ہزاروں چکر پڑے ہیں کھاتے
مگر کوئی کب نکلنے پایا۔ غضب کا جال اسجگہ بچھا ہے

نہ بادشاہوں کو ہے رہائی۔ نہ مخلصی بے کسوں نے پائی
غرض خُدائی ہے محوِ حیرت۔ عجیب اور طرفہ ماجرا ہے

نہ یاں کسی کا قیام دیکھا۔ نہ یاں کسی کا دوام دیکھا
یہاں جو آیا اُسے ہے جانا۔ رہیگا کوئی نہ یاں رہا ہے

امیر دیکھے غریب دیکھے جہان کے سُور ہیر دیکھے
نہ دیکھا ایسا ولیک کوئی اجل کے پھندے سے جو بچا ہے

کیا اگر جمع لاؤ لشکر، چلو گے اس کو نہ ساتھ لیکر
جہاں میں تنہا ہر ایک آیا یہاں سے تنہا ہر اک گیا ہے

ہوئی جو حاصل بھی تم کو قدرت تو تم میں کچھ بھی نہیں ہے ندرت
یہاں سکندر رہا نہ دارا تمہارا دعویٰ تو چیز کیا ہے

مکان اونچے اگر بنائے کھڑے رہینگے وہ سر اٹھائے
ملیگی دو گز زمین آخر بس اتنا حصہ ہر ایک کا ہے

کئے فراہم اگر خزینے یہیں رہینگے وہ سب دفینے
چلو گے جس روز خالی ہاتھوں نہ کوئی جائیگا پاس کیا ہے

کیا اگر جمع ساز و ساماں رہو گے تم اور بھی پریشاں
سوائے اعمال ساتھ یاں سے کسی کے کچھ بھی نہیں گیا ہے

عبث ہے نام اور عبث ہے شہرت بقا کی ان میں نہیں ہے صورت
رہیگا نام خدا ہی باقی۔ یہاں ہر اک چیز کو فنا ہے

تو تم اتنا اب یہ ناز کرنا۔ نہ کچھ محبتوں کا دم ہی بھرنا
یہ تا لب گور ساتھ ہیں سب۔ نہ آگے کوئی کبھی گیا ہے

بھروسا اولاد کا ہے بے جا پسر کا دیکھا نہیں کلیجہ
کہ باپ کا ٹھکرا کو تج جب زن تو وہ بھی ساتھ اسکے ہو لیا ہے

جب آیا چلنے کا وقت یاں سے ہوئی جدا یہ جسم جاں سے
نہ دیگی امداد کچھ بھی دنیا۔ تمہیں ترا جس کا آسرا ہے

نہ کام آئیگا مال و زر دولت نہ کام آئیگا مال و شہرت
تمہیں ہے کچھ فکر بھی عزیزو کہ ایک دن تم ہو اور قضا ہے

تمہیں ہے دنیا کا فکر ہر دم نہیں ہے دنیا کا رنج پیہم
مگر تمہارا خیال دنیا کو پہلے تھا نہ اب ہوا ہے

تم اٹھ گئے جب جہاں سے یارو تو اے میرے پیارے دوست دار
نہ ہوگا دنیا کو رنج کچھ بھی کہ چھوڑ کر کون یہ چلا ہے

ہزاروں آتے ہیں اور گئے ہیں ہزاروں اشتوق جا رہے ہیں
نہیں ہے دنیا کو فکر مطلق۔ کہ کون آیا ہے یا گیا ہے

تم آہ دنیا کے ہیں فدائی۔ اور اسکی جانب سے یوں رکھائی
تمہاری جانب سے یہ وفا ہے! اور اسکی جانب سے یہ دغا ہے

کہیں بھی دیکھی یہ رسم الفت۔ کہ ایک جانب تو ہو محبت
دغا ہو یوں دوسری طرف سے وفا کا دیکھو تو کیا صلہ ہے

جہان گذراں ہے جائے عبرت کبھی نہیں اسکی ایک حالت
ابھی ہے کچھ اور دم میں کچھ ہے یہاں کا عالم طلسم کا ہے

ہم اور تم ہیں فدائے دنیا۔ مگر ہے سبکو بھلائے دنیا
کہیں کسی کی ہوئی نہ ہوگی۔ یہی وتیرا سدا رہا ہے

وفا کسی سے نہ یہ کرے جب تو تم بھی رکھو نہ اس سے مطلب
نہ دام میں پھر اس کے آنا نہیں ہے دنیا بری بلا ہے

قسط ۴

وچن امرت

شری سوامی ہردیال جی مہاراج

نندا کرنے والا۔ چغلخور۔ کرتگھن (احسان فراموش) اور زیادہ غصہ کرنے والا۔ یہ چار پرکار کے لوگ کرم سے چنڈال ہوتے ہیں۔

سرپ اور درجن میں ادھک کرودھ درجن ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ سرپ کو وش کرنے کیلئے منتر تتھا اوشدھیاں ہیں۔ پرنتو دشٹ کو وش کرنے کے لئے کوئی منتر یا اوشدھی کارگر نہیں ہوتی۔

نیچ پرشوں کا اپکار انکے کرودھ کیلئے ہوتا ہے شانتی کیلئے نہیں۔ جیسے سانپوں کو دودھ پلانا زہر کی ترقی کیلئے ہوتا ہے۔

"اونچا پد پانے سے کوئی اونچا نہیں ہو جاتا۔ کنتو اونچا گنوں سے ہی ہوتا ہے۔ جیسے اٹاری پر بیٹھا ہوا کوا کیا پکشیوں کا راجہ ہو سکتا ہے۔ ارتھات نہیں۔"

(نوٹ) خاندانی راجاؤں کا راج چھین کر کٹل سیاست دان حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے تو لیتے ہیں لیکن اُن کے گن کرم اور سوبھاؤ (خاندانی اوصاف) راجاؤں جیسے ہونے ناممکن ہیں۔ راجہ لوگ دھرماتما اور دانی تھے۔ انہوں نے بڑے بڑے مندر بنوائے۔ پاٹھ شالائیں کھولیں۔ دھرم کا پرچار کیا۔ غریبوں کی آواز کو سُنا۔ دُشٹوں کا سنگھار کیا۔ گئو ہتیا بند کرائی۔ آج تک ریاست کشمیر میں گئو ہتیا نہیں ہو سکتی۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے عہد حکومت میں ایکادشی۔ پورنماشی۔ سنکرانتی۔ رام نومی۔ جنم اشٹمی وغیرہ وغیرہ شبھ تہواروں پر ساری ریاست میں کوئی جیو ہتیا نہیں ہو سکتی تھی یعنی بکرے کا مانس تک فروخت نہ ہو سکتا تھا۔ اور مسلمان قصابوں تک کی دُکانیں بند رہتی تھیں لیکن ناستک راج کے آجانے سے اس پوتر بھارت بھومی پر کروڑوں گئوؤں کا سنگھار ہو چکا ہے۔ سارے دیش میں مہان پاپ ہو رہے ہیں۔ اخلاق کا دیوالہ نکل چکا ہے۔ لیکن نااہل اور ادھرمی لوگ اس غلط انگریزی ووٹ سسٹم کے کارن گدیوں پر قابض ہیں۔ اور دیش تباہی کی طرف ہی گامزن ہے۔ جنتا کو چاہیئے کہ اس غلط ووٹ سسٹم کو ختم کرانے کا تہیہ کریں۔ اور ایسے مہان آتماؤں کو دیش کی باگ ڈور سونپ دیں۔ جو کہ تیاگ اور ویراگیہ کا مجسمہ ہوں۔ جیسے کہ گرو گوبند سنگھ تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ تھے۔ مہاراجہ بکرماجیت۔ راجہ بھرتری ہری اور شیواجی مرہٹہ تھے پہلے تو ایک راجہ ہوتا تھا۔ جو کہ اپنی ذمہ داری سمجھتا تھا۔ اور لوک لاج کا بھی خیال کرتا تھا۔ لیکن اب سینکڑوں ہی غیر ذمہ دار راجے بن بیٹھے ہیں۔ اس لئے دیش ادھوگتی کو جا رہا ہے بھگوان ہی اس دیش کو بچائے۔ ورنہ انتشار پسند طاقتیں ڈرپوک اور نااہل لوگوں سے حکومت کی باگ ڈور زبردستی چھیننے کے لئے آتارو ہیں۔ جب ظالم اور ناستک لوگوں کے ہاتھ میں حکومت چلی جاتی ہے۔ جیسے پہلے زمانہ میں ہندو دھرم کا ناش ہونے پر بدھ مت پھیلا۔ اور بدھ مت کے بعد وام مارگ (عیش و عشرت کا زمانہ) آیا۔ اسکے بعد انسان ہی انسان کو کھانے لگا۔ اور غلاموں کی تجارت ہونے لگی۔ عورتوں کو فروخت کیا جانے لگا۔ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوا۔ غریب کی کہیں داد فریاد سُننے والا کوئی نہ رہا۔ تو زندگی وبال جان بن جاتی ہے اور انسانیت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر لوگوں نے دھرم کرم چھوڑ کر اور ایشور کو بھول کر پاپ کرم شروع کر دیئے تو قدرت کی طرف سے ایسے ہی حالات پیدا ہو جائیں گے۔ اس لئے مہاتما لوگوں کو اور شاستر ودیا دھارمک پُرشوں کو دھرم پر خود دڑھ ہو کر دھرم کا پرچار کرنا چاہیئے اور مہاتما لوگوں کے ہاتھ میں ہی حکومت کی باگ ڈور سونپنی چاہیئے۔ تاکہ پاپ نہ بڑھے۔"

"نیتی شاستر میں لکھا ہے کہ اچھے کل میں پیدا ہوئے دُشٹ پرش پر بھی کبھی وشواس نہ کرو۔ کیونکہ چندن سے پرگٹ ہوئی اگنی بھی جلاتی ہے۔ شاستروں نے کئی پرکار کی دوائیاں بنائی ہیں۔ لیکن دُشٹ لوگوں کی دُشٹتا دور کرنے کے لئے کوئی اُپائے کارگر نہیں ہوتا۔ اس لئے دُشٹ لوگوں کا ناش کرنے کے لئے بھگوان کو سوئینگ اوتار دھارن کرنا پڑتا ہے۔ اور پرتھوی کا بھار اُتارنا پڑتا ہے۔"

(نوٹ) رسالہ آدم ہر انگریزی ماہ کی 29 تا 30 تاریخ کو نہایت باقاعدگی کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو پرچہ نہ ملے تو وہ پانچ تاریخ سے دس تاریخ کے اندر دوبارہ پرچہ طلب کر سکتا ہے۔ اسکے بعد تعمیل نہ ہوگی۔ پتہ تبدیلی کی اطلاع فوراً دیا کریں۔ تاکہ پرچہ گم نہ ہو۔ "مینجر"

اوم

چیتاونی

(از قلم شری ستگورپرشاد سریواستو۔ بھوبی ضلع سیتاپور)

اب تو آنکھیں کھول مسافر! اب تو آنکھیں کھول۔

۱۔ بڑے بڑے سب گئے۔ جگت سے تیرا ڈانواں ڈول۔ پھر بھی تجھکو دھیان نہیں ہے کال بجاوے ڈھول۔ اب تو آنکھیں کھول

۲۔ پاپوں کی دھر گٹھری سر پر بات کرے انمول۔ دو دن کا یہ جیون پرانی اس میں بِش مت گھول۔ اب تو آنکھیں کھول مسافر۔۔۔

۳۔ سونا چاندی مانک موتی۔ سب ماٹی کا مول۔ انت سمے کچھ ساتھ نہ جاوے دیکھا خوب ٹٹول۔ اب تو آنکھیں کھول مسافر۔۔۔

۴۔ دھن تریا سنتت کے سکھ میں کرے آج کلول۔ چھوٹے گا سب تجھ سے ایک دن۔ تبھی کھلے گی پول۔ اب تو آنکھیں کھول مسافر۔۔۔

۵۔ بہت گئی تھوڑی سی باقی۔ کرمت ٹال مٹول۔ ستگور! جگ کا سار سمجھ تو رام نام انمول۔ اب تو آنکھیں کھول مسافر۔۔۔۔ "

اوم قسط ۲

شریمان تپسوی جی مہاراج

(لابھ چند کوہلی)

اس سے پہلی قسطوں میں بتایا جا چکا ہے کہ شریمان تپسوی جی مہاراج ریاست پٹیالہ کے راجکمار تھے مغل بادشاہ بہادر شاہ کو دہلی میں ملنے کے بعد وہ بجائے پٹیالہ واپس جانے کے ہردوار کو روانہ ہوئے۔ اُنکے دل پر بادشاہ کے اِن الفاظ نے کہ شاہی حکومت کے مقابلہ میں خدا کی عبادت کہیں زیادہ برتر و افضل ہے بہت اثر کیا۔ ہردوار کے نزدیک اجودھیا کے گورو کی کرپا سے وہ روحانیت کے مارگ میں سنبھل ہوئے مختلف جگہوں پر تپسیا کرنے کے بعد گنگوتری سے بدری نارائن کی یاترا کو گئے۔ وہاں سے نیپال کو جاتے ہوئے رستہ میں مہاتما دویدی جن کی عمر پانچ ہزار سال سے زیادہ تھی، کے پاس کچھ دن ٹھہرے۔ اُن کا چیلا کرپال سنگھ بھی اُنکے ساتھ تھا۔ اب آگے پڑھئے۔ "

مہاتما جی اور سادھو کرپال سنگھ 5000 سال سے زیادہ عمر کے مہاتما زویدی جی کے بتائے ہوئے راستہ پر نیپال کو روانہ ہوئے وہ کھٹمنڈو میں شوراتری کے متبرک دن تک پہنچ جانا چاہتے تھے کیونکہ اس دن پشوپتی ناتھ جی مہاراج کے مندر کے دروازے کھلتے تھے سفر نہایت ہی دشوار گذار تھا۔ شری وشنو داس جی (تپسوی جی کا نام جو کہ اجودھیا کے گورو نے رکھا تھا) اب بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اُنکی بینائی بھی کمزور تھی۔ اُنکے چیلے سادھو کرپال سنگھ راستہ میں پھل اور کند مول سے انکی سیوا کرتے رہے۔ اس طرح وہ سفر کرتے کرتے شوراتری کے دن صبح کھٹمنڈو پہنچ گئے ہزاروں سادھو اُنکی طرح ایک گاؤں جس کا نام نیا کھنبلی ہے۔ وہاں جمع تھے بمقررہ وقت پر پراچین شو مندر کے دروازے کھلنے پر عام یاتری شو لنگ کے درشنوں کیلئے اندر گئے۔ شوجی مہاراج کے ہزاروں نام ہیں اور اُن میں سے پشوپتی بھی ایک اُن کا ہی نام ہے۔ اس نام سے ہی شوجی مہاراج کی وہاں ابتک پوجا ہوتی ہے۔ شری وشنو داس جی سادھو کرپال سنگھ کے ساتھ مندر میں داخل ہوئے۔ اور بھگوان کو نمسکار کیا۔ تپسوی جی نے بتایا تھا کہ بہت عرصہ گزرا شوجی بھگوان نے ایک بار اسی جگہ پر اپنے آپ کو انسانی چولے میں بدل لیا تھا۔ اور بعد میں وہ ایک پتھر کے لنگ بن گئے جسکی اُسی سمے سے پوجا ہو رہی ہے۔ اپنی خواہش پوری کرنے کے بعد وہ ایک گاؤں میں جس کا نام سیرم گاؤں ہے کچھ دنوں کے لئے رُکے تا کہ نہائیت ہی مشکل اور لمبے سفر کی تھکاوٹ کو دور کر سکیں۔ چند ہفتے آرام کرنے کے بعد انہوں نے آسام میں پرشورام کنڈ کی یاترا کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب انہوں نے اس کا ذکر سادھو کرپال سنگھ سے کیا تو وہ بہت مایوس ہوا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ اب مہاتما جی واپس گنگوتری کو روانہ ہوں۔ جب اُس نے اُنکو وہاں نہ جانے کی صلاح دیتے ہوئے کہا کہ مہاتما جی آپ اب اسقدر بوڑھے ہو چکے ہیں کہ بغیر ساتھی کے سفر نہیں کر سکتے میں اب گنگوتری واپس جانا چاہتا ہوں تو آپ پرشورام کنڈ کی یاترا کو کیوں جانا چاہتے ہیں۔ شری وشنو داس جی نے جواب دیا کہ یہ ایشور مہاراج کی مرضی ہے کہ میں پرشورام کنڈ پر جا کر تپسیا کروں۔ پرشورام جی مہاراج نے پراچین کال میں وہاں تپ کیا تھا! اور میں بھی وہاں جانا چاہتا ہوں لیکن آپ اپنی دلی خواہش کے مطابق واپس جا سکتے ہیں۔ میں اکیلا ہی سفر کرونگا۔ اب میں آپکو واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے کرپال سنگھ کو گلے لگا لیا۔ اور سیرم گاؤں سے روانہ ہونے کی اجازت دی۔ کرپال سنگھ نے مہاتما جی کو پرنام کیا۔ اور اپنے واپسی کے سفر کو روانہ ہو گیا۔ اب مہاتما جی جھونپڑی میں اکیلے ہی رہ گئے تھے۔ بیشک اب اُنکی سیوا کرنے کو وہاں کوئی نہیں تھا لیکن اس کا مہاتما جی پر ہرگز کوئی اثر نہ ہوا۔ عرصہ دراز تک تپ کرنے سے اُن کو آتم گیان ہو چکا تھا جسکی وجہ سے اُن پر دوسروں کی جدائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

"مہاراج جی کا نیپال سے آسام میں پرشورام کنڈ تک کا سفر خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ وہیں اُنکا ایک مہاتما کے ہاتھوں جسکو وہ جانتے نہیں تھے پہلی بار کایا کلپ ہوا تھا اور وہ ایک نوجوان بن گئے تھے۔ وہاں ہی انہوں نے بوڑھے منش کو نوجوان بنانے کے راز لکھے تھے۔ یہ باتیں مفصل طور پر بتانے سے پہلے چند ایک غیر معمولی واقعات جو کہ اُنہیں اس راستے میں پیش آئے بیان کئے جاتے ہیں۔ نیپال سے چلکر وہ ڈھاکہ پہنچے اور ڈھاکہ سے منی پور جانے کیلئے اُنہیں نہائیت ہی گھنے اور دشوار گزار جنگل سے گزرنا پڑا۔ راستے میں سامنے سے اُنہیں ایک شیر کی گرج سنائی دی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لمبی داڑھی والے سادھو ایک بہت بڑے شیر پر سوار اُنکی طرف آ رہے ہیں اور اُنکے پاس پہنچکر شیر کو روک دیا اور مہاتما جی کی طرف دیکھنے لگے شیر اونچی آواز سے گرجنے لگا مہاتما جی

بغیر کسی کے ڈر خوف کے چپ چاپ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ جب سادھو نے دیکھا کہ مہاتماجی کو نہ اُسکا اور نہ ہی شیر کا کوئی ڈر محسوس ہوا ہے تو اُس نے شیر کو ایڑی لگائی اور اُسے تیز دوڑا لے گیا۔

" مہاتماجی نے منی پور پہنچکر کچھ دن آرام کیا اور پھر پرشورام کُنڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں ناگا پہاڑیوں سے گذرنا پڑا۔ وہاں سے گذرتے ہوئے کچھ ناگاؤں نے اُنہیں گھیر لیا۔ اُسوقت اُنکی کمر بڑھاپے کے کارن جھک چکی تھی ناگا لوگ اُنہیں بغیر کسی ہتھیار کے دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئے۔ تمام ناگے بالکل ننگے تھے۔ اِن میں عورتیں اور نوجوان لڑکیاں بھی تھیں۔ مہاتماجی نے وہاں سے آگے جانے کی کوشش کی لیکن ناگاؤں نے اُنہیں آگے نہ جانے دیا تب مہاتماجی نے محسوس کیا کہ وہ اُنکے قیدی بن چکے ہیں پھر وہ چُپ چاپ بیٹھ گئے اور سمادھی لگالی کچھ سمے کے بعد اُن لوگوں نے مہاتماجی کے آگے کھانا رکھا۔ جب مہاتماجی نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ایک برتن میں چاول اور دوسرے میں میٹ (گوشت) ہے! اُنہوں نے تھوڑے سے چاول کھا کر اپنے کمنڈل سے پانی پی لیا لیکن میٹ والے برتن کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ ہر وقت ناگا لوگ اُنکے اردگرد کھڑے رہے اور اُنکی طرف دیکھتے رہے اُنکی باتیں مہاتماجی بالکل نہ سمجھ سکے۔ مہاتماجی نے اشارے سے اُنکو بتایا کہ وہ آگے جانا چاہتے ہیں لیکن ناگاؤں نے اُنہیں قیدی بنا رکھا تھا۔ اُنکے اشارے کو سمجھتے ہوئے وہاں سے جانے کی اجازت نہ دی اسی طرح دس دن گذر جانے کے بعد اُن لوگوں نے محسوس کیا کہ اُن کا قیدی کوئی معمولی انسان نہیں ہے اور وہ مارنے یا کھانے کے قابل بھی نہیں ہے! اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ مہاتماجی کو رہا کر دیا جائے۔ تمام ناگا لوگ اُن کو ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے اُن کے اردگرد ناچنے اور اونچی آوازوں سے چیخنے لگے۔

" مہاتماجی نے جنگل کو عبور کیا اور چلتے چلتے ایک بہت بڑا پہاڑ سامنے آیا جسکو وہ پار نہیں کر سکتے تھے اُسوقت اندھیرا چھا گیا تھا انہیں پہاڑ کی وادی میں ایک مندر نظر آیا۔ انہوں نے کچھ دن وہاں ٹھہر کر اپنی تھکاوٹ کو دور کرنے کا فیصلہ کیا۔ جہاں پہاڑوں کا نظارہ نہایت ہی شاندار تھا۔ وہ مندر میں پہنچے اور مندر کے برآمدے میں لیٹ کر گہری نیند سو گئے! اگلے دن صبح انہوں نے مندر کے تالاب میں اشنان کیا اور کاماکشا دیوی کے درشن کرنے مندر میں گئے۔ مندر کے پجاری نے اُنکے سامنے کاماکشا دیوی کی پوجا کی۔ اُس نے ہی اُنکو بتایا کہ دیوی کا نام کاماکشا دیوی ہے جب وہ درشن کرنے کے بعد مندر سے باہر آئے تو نہایت ہی عجیب غریب واقعہ پیش آیا۔ وہ پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اُسوقت اردگرد کہیں بھی منش کا نام و نشان نہ تھا لیکن اچانک ایک خوبصورت نوجوان لڑکی دکھائی دی۔ اُنکے ساتھ ہی پہاڑی پر چڑھ رہی تھی اور وہ اُسی جگہ جہاں سے مہاتماجی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے پہنچ گئی۔ مہاتماجی نے سوچا کہ وہ دیوی کی پوجا کرنے مندر میں جا رہی ہے۔ اس لئے وہ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ تاکہ وہ آگے جا سکے لیکن وہ وہاں رُک گئی اور کہنے لگی کہ مہاتماجی آپ کے پاس ایک سونے کی انگوٹھی ہے۔ جو کہ آپکی لنگوٹی کے اندر باندھی ہوئی ہے۔ یہ مجھے نظر آ رہی ہے چونکہ آپ ایک یوگی پُرش ہیں۔ اسلئے آپکو یہ اپنے پاس نہیں رکھنی چاہیئے۔ کرپایہ مجھے دیدیں۔ مہاتماجی یہ سُن کر حیران رہ گئے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کہ سہارنپور کے قریب جب مہاتماجی نے اپنا تمام سامان کپڑے۔ جہریا سونے کی انگوٹھیاں اور گھوڑا وغیرہ چھوڑا تھا تو اُنہوں نے ایک انگوٹھی اپنی لنگوٹی کی تہوں میں باندھ لی تھی تاکہ کسی وقت وہ بھوک وغیرہ سے بچنے کیلئے کام آ سکے اب تقریباً تیس برس گزر جانے کے بعد اُنکو بالکل بھول چکے تھے! ابھی تک وہ وہی پُرانی لنگوٹی استعمال کر رہے تھے! انہوں نے اُس لڑکی کو کہا کہ ماتا انگوٹھی میری لنگوٹی کی تہوں میں چھپی ہوئی ہے اور میں اسکو بالکل بھول چکا تھا میں یہ آپکے حوالہ کر دونگا۔ یہ سُنکر اس نے مسکرا کر جواب دیا کہ مہاتماجی مجھے آپکی انگوٹھی کی ہرگز

ضرورت نہیں ہے۔ آپ یہ مندر کے پجاری کو دے دیں یہ کہکر وہ نظروں سے غائب ہو گئی۔ اس کے بعد مہاتما جی نے محسوس کیا۔ کہ کاماکشا دیوی نے اُن کو درشن دیئے ہیں۔ اُنہوں نے لنگوٹی کی تہوں سے انگوٹھی کو نکالا اور جاکر مندر کے پجاری کو دیدی۔ سے یہ بھی بتایا کہ اُن کو ایسا کاماکشا دیوی نے ہی کرنے کو کہا ہے۔ پجاری یہ سُنکر بہت حیران ہُوا۔ (باقی پھر)

— لابھ چند کوہلی۔ بلاک ۱۲ کوارٹر ۱۱ سیوا نگر ریلوے کالونی۔ نئی دہلی ۳

اوم قسط ۷

ویاکھیان

شری کرشن بھگوان بھون میں وارشک اُتسو مورخہ ۹ ،۱۰، ۱۱ اپریل ۱۹۷۱ء

(شریمان پرم پوجیہ پنڈت ہری پرشاد جی۔ پٹھان کوٹ نواسی)

اوم از قلم پروفیسر نندلال جی ایم۔ اے

نوٹ:- آپ کیول وِدوان ہی نہیں بلکہ آپ کا ویدانت انوبھو اُتّم اور نرمل ہے۔ آپ کے متعلق گوروبانی کے یہ شبد صادق آتے ہیں۔ ؎

سو پنڈت جو من پربھو دھے ۔ رام نام آتم میں سودھے

رام نام سار رس پیوے ۔ تس پنڈت کے اُپدیش جگ جیوے

آپکی بانی میں مدھرتا اور سوبھاو میں شانتی ہے جس سے سمپرک میں آنے والے خود بخود پربھاوت ہو جاتے ہیں۔ وچار ملاحظہ فرمایئے۔

گیان یگیہ سب سے بڑا یگیہ ہے۔ گیانیوں کی سمرتی میں گیان یگیہ ہی شوبھا دیتا ہے۔ بمطابق شریمد بھگوت گیتا۔ چوتھا ادھیائے شلوک نمبر ۳۸ گیان کی مہماں ایسے ورنن کی گئی ہے۔

नहि ज्ञानेन सदृशं पवित्रमिह विद्यते ।

तत्स्वयं योग संसिद्धः कालेनात्मनि विंदति ॥ ३८

نہیں شے جہاں میں کوئی گیان سی ۔ کرے پاک فطرت جو انسان کی

اگر پختگی یوگ میں پائے گا ۔ تو خود گیان بھی اس کو ہو جائیگا

جب ایسے تت ویتا مہاپرشوں کے جیون کی گیان پورن گھٹنائیں ہمارے سامنے ورنن کیجاتی ہیں اور اُنکے اتم وچاروں کو سُنتے ہیں تو ہماری سوئی ہوئی شکتیاں جاگرت ہو جاتی ہیں۔ بھولے ہوئے سروپ کی سمرتی ہو جاتی ہے۔ من آتم شکتی پاکر بلوان ہو جاتا ہے۔ ہینتا۔ ملینتا اور دینتا کے وچار ختم ہو جاتے ہیں۔ جیسے ناڈرا جستھان میں گاتھا۔ آتی ہے۔ ایک یدھ میں ایک بہادر راجپوت دشمن کا مقابلہ کر رہا تھا۔ ایک دفعہ اس کی تلوار کا وار چوک گیا۔ اور دشمن کو لگنے کی بجائے تلوار ایک پکی دیوار میں دھنس گئی۔ وہ تلوار کئی برسوں تک اُسی دیوار میں دھنسی رہی کوئی اُسے

نکال نہ سکا۔ مسلمانوں کا راج آگیا۔ ایک مسلمان بادشاہ نے ایک دفعہ حقارت آمیز شبدوں میں کہا اب کوئی ایسا بہادر راجپوت نظر نہیں آتا جو اس تلوار کو زمیان میں سے نکال سکے۔ ایک راجپوت سامنے آیا کہنے لگا۔ میں نکال سکتا ہوں بشرطیکہ ہمارے ونش کا بھاٹ میرے بزرگوں کے کارنامے گا کر سنائے اُن کو سنکر میں۔ اس کو نکالنے کے قابل بن سکوں گا۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ جونہی اس نے بزرگوں کی بہادری کی داستانیں بھاٹ سے سُنیں خون جوش مارنے لگا۔ جب جوش کیجالت میں اُچھلا تو اس نے تلوار کھینچ کر باہر نکال دی۔ یہی کیفیت ادھکاری جگیاسوؤں کی ہوتی ہے۔ جونہی انہیں نتت ویتا مہاں پرشوں کے اچھوتے وچار سنائے جاتے ہیں۔ اُن کے ہردیہ میں نئی شکتی کا سنچار ہوتا ہے آتمک بل جوش مارنے لگتا ہے اور من کی زمیانوں میں مدت سے دھنسے ہوئے دیہہ ابھیمان کے کانٹوں کو نکالکر باہر پھینک دیتے ہیں۔ ارجن کے پرتی بھگوان کرشن جی کا گیتا کا گیان اُپدیش مذکورہ وچاروں کی تصدیق کرتا ہے۔ بھگوان نے اپنے امرت مئی۔ اُپدیش سے موہ کی دلدل میں پھنسے ہوئے ارجن کو باہر نکالا۔ اُسے آتم گیان کا امرت پلاکر دربلتا کے وچاروں کو دور کیا اور دہرم کا روپ دھارن کرکے ارجن کے ہردیہ پر چھائے ہوئے تھے انکی بیخ کنی کی۔ بھگوان سمجھتے تھے۔ کہ ارجن یدھ بھیرو نہیں دہرم بھیرو ہے۔ یعنی یدھ سے نہیں گھبراتا۔ بلکہ ادہرم کمانے سے گھبراتا ہے۔ اس لئے بھگوان نے اُسے خبردار کیا۔ بمطابق شریمد بھگوت گیتا دوسرا ادھیائے شلوک نمبر ۳

क्लैब्यं मास्म गमः पार्थ नैतत्त्वय्युपपद्यते ।
क्षुद्रं हृदयदौर्बल्यं त्यक्त्वोत्तिष्ठ परंतप ॥ ३ ॥

تو ارجن نہ بن حیز نامرد و زار — نہیں تیرے شایانِ شاں جی کی ہار
یہ کم ہمتی چھوڑ کر جی کڑا — عدو سوز ارجن کھڑا ہو کھڑا

اے ارجن من کی کمزوری کو تیاگ اُٹھ اور آگے بڑھ۔ (مترجم خواجہ دل محمد)

اگلے شلوک میں فرمایا ہے۔ دوسرا ادھیائے شلوک نمبر ۱۱

अशोच्यानन्वशोचस्त्वं प्रज्ञावादांश्च भाषसे ।
गतासूनगतासूंश्च नानुशोचन्ति पण्डिताः ॥ ११

تو باتوں کے عاقل نہ ہو دل ملول — نہ کر اُن کا غم جن کا غم ہے فضول
ستاتیں نہ دانا کو رنج و الم — مرے کا نہ سوگ اور نہ جینے کا غم

اس کے بعد آتما کے سروپ کا بھلی پرکار ویچن کیا گیا۔ جب بھگوان نے دیکھ لیا کہ ارجن کو اپنے سروپ کی پہچان ہوگئی ہے۔ اسے بھولا ہوا گیان یاد آگیا ہے۔ مانسک دربلتا دور ہو چکی ہے۔ تب اُسے کرم یوگ کا اُپدیش کیا گیا۔ خود شناسی کے بعد کئے گئے کرم بندھن کا کارن نہیں بنتے۔ جگیاسو ان میں لپائمان نہیں ہوتا۔ ارجن آتم جگیاسو تھا۔ اس نے اپنے آپ کو بھگوان کے چرنوں میں شِشیہ کے روپ میں سمرپت کیا اور بھگوان نے گورو بھکتی کے وچاروں کا اسکے ہردیہ میں سنچار کیا۔ ارجن جوں جوں شِشیہ بھاو میں پریپک ہوتا گیا توں توں اُپدیش کا اثر بڑھتا گیا۔ حقیقت میں سرچی یعنی

سپرزگی میں بڑی شکتی ہے۔ جتنا اس منزل میں جگیاسو آگے بڑھتا ہے اُتنا ہی اس کا ملن اہنکار دُور ہوتا ہے۔ اُسے جزوی خودی سے رہائی ملتی ہے۔ دیہہ ابھیمان کے پردے پھٹنے لگتے ہیں۔ اور آتم روپی بھانو کا پرکاش اگیان اندھکار کو دُور کر دیتا ہے۔ گورو دیو جیسا حقیقی بھی خواہ اور کون ہو سکتا ہے۔ بقول وچار مالا۔

ماتا تات بھراتا شو ہرد اشٹ دیو نج پران
اناتھ مو گورو سب سے ادھک زان گیان وگیان

ماتا پتا اور بھائی سے ادھک درجہ شوہرد یعنی متر کا مانا گیا ہے۔ اور متر سے بڑھ کر اشٹ دیو اور نج پرانوں کی جہانا ہے۔ لیکن گورو دیو کی سب پر فضیلت ہے۔ جب ارجن کی شردھا اپنی چرم سیما پر پہنچ گئی۔ تو بھگوان نے اُسے بھگت اور متر کے شبدوں سے پکارا۔ ان شبدوں میں بڑا بھاری رہسیہ بھرا ہوا ہے۔

بھگت وہ ہے جو سیوا کرنے والا ہو۔ جو ایکانت میں استھت ہو کر بھجن کرے۔ اور متر وہ ہے جو پیار کا وزن سمجھے پریتی کی حقیقت کو سمجھنے والا متر ہوتا ہے۔ ایک جگہ شاستر میں اس کا ایسے ورنن آتا ہے۔ جس وہارک وستو کو پا کر اور کسی کو پراپت کرنے کی اچھیا نہ ہو اگر ایسی وستو سنسار میں کوئی ہے تو وہ متر ہی ہے۔ منش اپنے دل کی بات کو اگر ظاہر کرتا ہے تو متر کے پاس ہی کرتا ہے۔ گھر میں دھرم پتنی متر بھی ہے۔ اور بھگت بھی ہے۔ پتی برتا استری سرد گن سمپن بھگتی یکت ہوتی ہے۔ شاستر کے انوسار پرش کا سب سے اعلیٰ متر استری کو مانا گیا ہے۔ وید جو ایشوری گیان ہے اسی میں وواہ کے سنسکار میں جو سپت پدی کا بھاگ آتا ہے اس میں جہاں پرش ایک ایک قدم پر ایک ایک جہان کا رتیہ استری کے سپرد کرتا ہے یعنی ان شکتی۔ دھن شکتی۔ پریوار کو ایک لڑی میں پرو کر پریوار کے سنگٹھن۔ صحت و بھاگ کو سنبھالنا۔ بچوں کے چرتر کا خیال رکھنا۔ پشوؤں کی دیکھ بھال خاص طور پر گائے کی سیوا۔ موسم کے مطابق چیزوں کا اکٹھا کرنا وغیرہ۔ وہاں آخری قدم اُٹھاتے ہوئے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ آخری عہد ہے کہ ہم آپس میں سچے متر ثابت ہونگے لیکن رُوح ایک ہوگی۔ ہمارا ہردیہ اس طرح آپس میں مل جائیگا جیسے جل میں جل ملتا ہے۔ گوربانی میں ایسا ہی آتا ہے۔ ایک جوت دو مورتی دھن پر کہیئے سو "

اس آدرش کو سامنے رکھتے ہوئے کئی بھگتوں نے اپنے آپکو پتی برتا استری اور بھگوان کو پتی کے رُوپ میں مانا ہے سُداما بھگوان کے متر بھی تھے اور بھگت بھی۔ جس طرح بھگوان نے سُداما کا مان بڑھایا۔ آنکھوں کے آنسوؤں سے اُس کے چرن دھوئے اور اُس کی تن من دھن سے سیوا کی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جب دروپدی کے سوئمبر میں برہمن کے لباس میں ارجن نے حسب شرط نشانہ پر تیر مارا اور دروپدی نے اُس کے گلے میں جے مالا ڈالی تو اسوقت بھگوان نے فرمایا۔ یہ میرا سکھا ارجن ہے۔ یہ کُنتی کا پتر ارجن کھشتری ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا ایسا کمال نہیں دکھا سکتا یہ میرا متر ارجن ہے۔ ارجن کی گورو بھگتی نے بھگوان کو مجبور کر دیا کہ اُسے تمام قسم کی لغزشوں اور گراوٹوں سے نکال کر کرم یوگ اور بھگتی کے مارگ میں درڑھ کرا دے چنانچہ ایسا ہی ہوا بھگتی کے بعد گیان کا درجہ آتا ہے اسمیں ارجن کو سروپ استھتی پراپت ہو گئی وہ کرتیہ کرتیہ ہو گیا۔ اُس کے تمام سنشے دُور ہو گئے

مطابق شریمد بھگوت گیتا۔ اٹھارھواں ادھیائے شلوک نمبر ۷۳

नष्टो मोहः स्मृतिर्लब्धा, त्वत्प्रसादान्मयाच्युत ।
स्थितोऽस्मि गत संदेहः, करिष्ये वचनं तव ॥ ७३ ॥

پکارا پھر ارجن کہ اے لایزال ہوا دور شک اور فریب خیال
پتہ چل گیا دل ہے مضبوط اب بجا لاؤنگا آپ کے حکم سب!

ارجن کا وشاد بھگوت پرائن ہونے کے کارن سُکھ اور شانتی میں بدل گیا۔ اور دریودھن کے وشاد کا انجام دکھ ہوا۔ یُدھ کے ارمبھ میں دریودھن کے دل میں بھی گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ وہ بھیشم پتامہ جی کے پاس گیا اور اُن سے پوچھا کہ آپ یُدھ کیسے چلائینگے۔ بھیشم جی نے اپنی بہادری کے سب کارنامے اُسکے سامنے رکھے اور یُدھ چلانے کے سب طریقے بتائے۔ اور سب پرکار سے تسلی دی اور کہا جو بھی میرے مقابلے میں آئیگا اُسے مُنہ کی کھانی پڑے گی۔ اُسکی شکتی کو نشٹ بھرشٹ کر دونگا۔ لیکن شکھنڈی کے مقابلہ میں میں نہیں لڑونگا اور اُسکی ساری داستان سُنائی اور آخر میں یہ بتلایا۔ کہ اگر وہ مجھے مارنے پر تُل جائیگا تو میں مر جاؤنگا۔ اسی طرح گورو درون آچاریہ نے بھی کہا کہ جب تک میرے دم میں دم ہوگا۔ اور شستر میرے ہاتھ میں ہونگے میں لڑتا رہونگا میں یُدھ میں شریرک شکتی اور ودیا شکتی دونوں کا استعمال کرونگا۔ لیکن جب دھرشٹ دمن میرے سامنے آئیگا تو میری شکتی کمزور ہو جائیگی۔ دریودھن کو دونوں بہادر جرنیلوں کی بہادری پر بڑا گھمنڈ تھا۔ لیکن جب اُنکی کمزوری سامنے آئی تو دل میں بڑا دکھی ہوا لیکن اس وقت یُدھ کے بغیر کوئی علاج نہیں تھا۔ اُس کا جیون ایشور پرائن نہیں تھا۔ اس لئے مانسک گراوٹ اور دُربلتا کے انکر ہردیہ میں پھوٹنے لگے۔ جن کا انجام یہ ہوا کہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ونش کا ناش دیکھا۔ یہ ایک طرف یُدھ میں ہار اُسے پریشان کر رہی تھی۔ دوسری طرف موت بھیانک رُوپ میں اُسے ڈرا رہی تھی۔ اس نے موت سے بچنے کے سب یتن کئے۔ لیکن موت سے کون بچ سکتا ہے۔ دکھی ہو کر پران تیاگے۔ یہ تھا ایک گھمنڈی اور دُراچاریہ کے وشاد کا انجام۔ جو ایشور پرائن نہیں ہوتے جنکے دماغ میں دیہہ ابھیمان کا بھوت سوار ہوتا ہے۔ وہ اس انمول مانو تن کو پاکر جیون کی بازی جیتنے کی بجائے کتوں کی موت مرتے ہیں۔ اور نئے سرے سے اُن کے لئے چوراسی کا چکر تیار ہوتا ہے۔ دھن سمپتی اور مان پرتشٹھا کے وچار جنہوں نے دریودھن کو دیوانہ اور پاگل بنا دیا تھا۔ پرہلاد جیسے بھگتوں نے اُسے تچھ سمجھا۔ اُن کی نگاہ میں ایشور بھگتی کے مقابلہ میں کسی سنسارک پدارتھ کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ پرہلاد کو جب لالچ دیا گیا کہ راج کی سب سامگری گرہن کرے اور ایشور کا نام جپنے کی بجائے ہرناکش کی مہماں گائن کرے تو پرہلاد نے مندرجہ ذیل شبدوں میں اُتر دیا۔ کہ میں راج کو اس شرط پر سویکار کرتا ہوں کہ مرتے وقت میرے ساتھ جائے۔ پرلوک میں میری سہائتا کرے۔ اور جب میں پھر سنسار میں آؤں تو یہ سب بھوگ میرے لئے موجود ہوں۔ لیکن جب اُسے بتایا گیا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے تو پرہلاد نے سب کو ٹھکرا دیا۔ اور بڑی مستی سے ایشور کی مہماں خود گائن کرنے لگا۔ اور دوسروں کو بھی ایشور پریم میں لگا دیا۔ اس درڑھ ایشور پرائن اوستھا سے اُس کے سب دُکھ سُکھ میں بدل گئے۔ بھگوان کو سویم نرسنگھ رُوپ میں اُسکی مہماں بڑھانے کے لئے آنا پڑا۔

انت میں پرہلاد کو آتم استھتی پراپت ہوئی۔ اُس نے ذرّے ذرّے میں بھگوان کے رُوپ کو نہارا۔ راج پاٹ کا کاریہ کرتے ہوئے بھی راجہ جنک کی طرح اپنے سُروپ میں قائم رہا۔ اور ادویت سدّھانت کو پرچلت کیا۔ صرف ایک نہیں بھگتوں کی انیک مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جنہوں نے ایشور پرائن ہو کر اپنے جیون کا کلیان کیا۔ گوپیاں اسی مستی میں مست رہتیں اور انہیں ہر رُوپ میں کرشن جی کے درشن ہوتے تھے۔ سورداس جی کی اننیہ بھگتی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس سب بحث سے یہ سدھ ہوتا ہے کہ کرم یوگ اور بھگتی یوگ کی چرم سیما گیان ہے۔ اس لئے جس مارگ میں درڑھتا سے جگیاسو آگے بڑھتا ہے۔ ایشور کرپا، شاستر کرپا اور گورو کرپا کے ساتھ اپنی کرپا کو شامل کر دیتا ہے۔ اپنے قدم کو ڈگمگانے نہیں دیتا۔ صبر اور حوصلہ سے منزل طے کرتا ہے۔ اُس کا آبھاس خود بخود دُور ہو جاتا ہے اُسے اپنے آپ کی پہچان ہو جاتی ہے۔ سرو دُکھوں کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی جو کہ موکھش کا سُروپ ہے اور مانو جیون کا لکھش ہے۔ وہ اُسے پراپت ہو جاتا ہے۔ مبارک ہیں وہ انسان جو سوامی گوبند آنند جی کے اُپدیش کے انوسار اپنی جیون یاترا طے کر کے سُرخرُو ہو کر سنسار سے جاتے ہیں۔ اوم شم،،

ویاکھیان

(شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج پرمارتھ نکیتن رشی کیش) ،،

نوٹ:- آپ پرمارتھ نکیتن میں تیاگ مئے جیون بتا رہے ہیں۔ ویدانت کے اُپدیش سے دینک (روزانہ) ست سنگ دوارہ باہر سے آنے والے سُدھاوؤں کا کلیان کر رہے ہیں۔ ویدانت سدھانت کو ادھونک شیلی میں ورتن کرنے کی اہلیت آپکی فطرت میں شامل ہے۔ اُن کے حسب ذیل وچار اس بات کا ثبوت ہیں۔

ہرشی یاگیہ ولکیہ نے اپنی دھرم پتنی میتری کو اُپدیش دیا کہ اے میتری مانو سنسار اندھکار میں پھنسا ہوا ہے۔ اگیان ندرا میں سویا ہوا ہے۔ دھن سمپتی اور مان پرتشٹھا کی پراپتی کے لئے پاگل ہو رہا ہے۔ اور اسی میں سُکھ کی کھوج کرتا ہے۔ بھلا اس میں سُکھ کہاں؟ سُکھ تو اپنے آپ کی پہچان میں ہے۔ اپنے آپ میں تینوں کال شوک کا نام و نشان نہیں۔ ہم اپنے سُروپ میں استھت ہیں۔ اس لئے ہر وقت مست اور پرسن ہیں۔ شوک موہ ہمارے نزدیک نہیں پھٹک سکتے باہیہ پرورتی کو جیون مکتی کے آنند میں بادھک جانتے ہوئے ہم اس کا تیاگ کر رہے ہیں۔ اگر ہمارا آنند ہر وقت برقرار رہتا ہے تو مبارک ہے اگر ہم ایسا نہیں کر پاتے تو کمی ہے۔ من کی اوستھا کو اور سُدھارنے کی ضرورت ہے۔ اپنے ساکھشی اور درشٹا پن کے قیام میں ذرا سی لغزش آتم آنند کے انوبھو میں بادھک بنتی ہے۔،،

میں کون ہوں اور میرا کیا ہے؟ خود شناسی کے لئے ان پرشنوں کی کھوج کرنا نہایت ضروری ہے لیکن آج کا مانو میرا کیا ہے؟ اس کا حل ڈھونڈنے میں سرگرداں ہے۔ ہر جائز و ناجائز طریقے سے اپنی سمپتی کو بڑھانے کے درپے ہے۔ مریادا دھرم اور شاستر کے برُدھ جتنی اسکی بھاگ دوڑ بڑھتی جاتی ہے اتنا شوک اور موہ کی دلدل میں اور دھنستا ہے۔

اور حقیقی شانتی سے کوسوں دُور جا رہا ہے۔ جس نے میں کون ہوں؟ کے پرشن پر وچار کیا۔ اُس کا ہی دُکھ دُور ہو سکتا ہے۔ وہی سنسار کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اُسی کی درشٹی میں سنسار اور سنسار کے سُکھ مِتھیا ہو جاتے ہیں۔ ان کا لگاؤ ختم ہو جاتا ہے۔ اور اپنی حقیقی سمپتی آنند کا بھان ہونے لگتا ہے۔ اور پرتی دن آتم مستی اور سرشاری بڑھتی جاتی ہے۔ بقول سائیں بلّھا شاہ۔

ف فکر گیا سیتو میریو نی جدوں آپنے آپ نوں صحیح کیتا
کوڑا دیہہ زانیہہ چکائیا ای ڈھوڑھیاں کے لعل نوں کڈھ لیتا
نہ کچھ دھوئیں دے ڈھولرے جگ سارا سٹ گھتیا جی تے بارہ جیتیا
بلّھا شاہ آنند اکھنڈ سا جا جان آپ نوں آب حیات پیتا

اس سٹیج کو پراپت کرنے کیلئے سروپرتھم تیاگ کی ضرورت ہے جتنی جتنی تیاگ کی ورتی بڑھتی جائیگی۔ اتنا اتنا انتہ کرن کا شیشہ نرمل ہوتا جائیگا۔ آتم چنتن اور پربھو نام کے ساتھ پریم کا پرواہ بڑھتا جائیگا۔

دروپدی کا تیاگ ہی تھا جس کی شکتی سے بھگوان کرشن کو اُسکی عزت و آبرو بچانے کیلئے ساڑھیوں کا ڈھیر لگانا پڑا اور دُشٹ دریودھن کو اپنے ناپاک ارادوں میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ گھٹنا ایسے بیان کیجاتی ہے ایک دفعہ دُرباشا رشی اور دروپدی دونوں گنگا ندی میں اشنان کر رہے تھے۔ جدھر سے جل آ رہا تھا اُدھر دُور فاصلے پر دروپدی نہا رہی تھی اور کافی نیچے رشی جی اشنان کر رہے تھے۔ دروپدی اس انتظار میں تھی کہ رشی جی پہلے باہر نکلیں اور بعد میں میں باہر آؤں۔ لیکن کافی انتظار کے بعد رشی جی باہر نہ آئے۔ دروپدی سمجھدار تھی۔ سمجھ گئی کہ اُنکی کوپین کہیں جل میں بہ گئی ہے اُس نے اپنی نئی ساڑھی کا کافی لمبا سا ٹکڑا پھاڑا اور اُسے پانی میں بہا دیا دُرباشا جی نے اس ٹکڑے کو پکڑ لیا اور کوپین کے طور پر استعمال کر کے باہر آ گئے اسکے بعد دروپدی بھی اشنان سے فارغ ہو کر اُن کے چرنوں میں پہنچی مستک جھکایا۔ رشی جی نے نہایت خوشی کی حالت میں کہا دیوی تمہارے اس مہان تیاگ کا مول ادھار چکانا ہوگا۔ اور جب مناسب وقت آئیگا میں اسکی قیمت کئی گنا ادھار ادا کرونگا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک دن تمام رانیوں کے درمیان بیٹھے ہوئے بھگوان کرشن جی کی اُنگلی پر چاقو لگنے سے زخم ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ ستیہ بھاماں اتیادی (وغیرہ) سب رانیاں کپڑے کی تلاش میں ادھر اُدھر بھاگیں۔ دروپدی بھی اتفاقاً وہاں موجود تھی اُس نے فوراً اپنی قیمتی ساڑھی پھاڑ کر بھگوان کی اُنگلی کے زخم پر پٹی باندھ دی اتنے میں باقی رانیاں بھی پُرانے کپڑے کی دھجیاں اُٹھا کر لے آئیں بھگوان فرمانے لگے اب کسی چیز کی ضرورت نہیں جس کے ہردیہ میں سچا پریم اور تیاگ ہوتا ہے وہ اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ دروپدی نے آج اپنے سچے پریم کا ثبوت دیا ہے۔ جس کا بدلہ مجھے کبھی چکانا پڑے گا۔ مذکورہ دونوں گھٹنائیں اس بات کو سدھ کرتی ہیں کہ دروپدی کا تیاگ ایشور کی اپار کرپا میں بدل گیا جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح جو جگیاسو تیاگ کے مارگ میں سیل ہوتا ہے اور اپنا سب کچھ گورودیو کو ارپن کر دیتا ہے۔ وہی عقل سلیم کے زیور سے مزین ہوتا ہے۔ اُسے

ہی وویک و بدھی نصیب ہوتی ہے۔ جس کی مدد سے منش اور اناتما کا وویک کر کے خود شناسی کا امرت پان کرتا ہے۔،،

خودی کا پردہ ہی خود شناسی کے مارگ میں رکاوٹ ہے اور وچار دوارا اسے دور کیا جا سکتا ہے۔ باہر مکھ برتی کرنے سے سنسار کے سنسکار درڑھ ہوتے ہیں۔ اور انتر مکھ وچار کرنے سے اپنے آپ کی پہچان ہوتی ہے۔ جیسے تالہ کی چابی بائیں طرف گھمانے سے تالہ بند ہو جاتا ہے اور دائیں طرف گھمانے سے کھل جاتا ہے۔ یہی کیفیت برتی کی ہے۔ دار شٹانت کے روپ میں ایسے لیا جاتا ہے۔ دائیں طرف بھگوان وشنو کا استھان ہے اور بائیں طرف لکشمی کا، بائیں طرف چابی گھمانے کا مقصد سنسار اور مایا کا چنتن ہے جس سے کرتا پن کا ابھیمان بڑھتا ہے اپنے آپ کو کرتا اور بھوگتا مان کر سنسار چکر میں پھنستا ہے۔ دائیں طرف کی درشٹی آتمک درشٹی ہے۔ اپنے آپ کو آنند سروپ اور ویاپک آتما ماننے کی اوستھا ہے جس میں کریا اور کرتا پن کیسے ؟

کریا تین گنوں میں ہوتی ہے۔ اور آتما نرگنا نیرت ہے۔ کریا پرتھکن میں ہوتی ہے اور آتما ویاپک ہے۔ کریا دکھ نورتی اور سکھ پراپتی کے لئے ہوتی ہے اور آتما سکھ سروپ ہے۔ اس لئے کریا کے بندھن سے آزاد ہے کریا من اور اندریوں کا دھرم ہے آتما ان کا ساکھشی اور درشٹا ہے۔

سوامی گوبند آنند جی مہاراج جن کو شردھانجلی ارپن کرنے کے لئے آج ہم بھگوان بھون جیسے پوتر اور مبارک ستھان میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے جگیاسوؤں کو ہمیشہ وچار اور وویک کے مارگ میں پریک بناتے تھے۔ مایا کی گراوٹ سے اوپر اٹھنے کے لئے خبردار کرتے تھے۔ "کہ اس گراوٹ سے اٹھو۔ اگیان نندرا سے جاگو اور اپنے آپ کی پہچان کے مارگ میں آگے بڑھتے جاؤ اور اتنے تک چین نہ لو جب تک اپنے لکھش کی پراپتی نہ ہو جائے۔

ناظرین اوم کا دھنیہ واد

کاغذ کی مہنگائی اور دیگر تمام اخراجات کے بڑھ جانے کے کارن ہم ہر سال چندہ بڑھانے میں مجبور ہو چکے ہیں۔ کہاں ۱۹۳۶ء لاہور میں صرف تین روپے سالانہ چندہ مقرر کر کے پرچہ جاری ہوا تھا پھر ۱۹۴۷ء دہلی میں صرف سات روپے چندہ تھا۔ اور آج بوجہ مجبوری حالات کے ہمیں 15/- روپے سالانہ چندہ مقرر کرنا پڑا۔ لیکن آفریں ہے خریداران اوم کو جنہوں نے اس منخیم رقم کو ادا کرنے میں بھی مطلقاً انکار نہیں کیا اور بدستور سابقہ خریدار قائم ہیں۔ یہ اس پرچہ کی کامیابی کا بعینہٖ ثبوت ہے۔ ہم اپنے معزز ناظرین کو واضح کرتے ہیں۔ کہ آپ لوگوں نے جس ہاردک پریم کا اظہار کیا ہے۔ ہم بھی اس پرچہ کو ہر پرکار سے بہتر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرینگے۔ باوجود زبردست مہنگائی کے ہم نے اس کی ضخامت میں اضافہ کر دیا ہے چند سال پہلے یہ پرچہ صرف ۴۰ صفحات پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ اب یہ 64 صفحات کا ہے۔ اور سالنامہ بھی ۱۶۰ صفحہ کی بجائے 200 صفحات کا چھپتا ہے۔ گویا جو روپیہ خریداران ہمیں بھینٹ کر رہے ہیں۔ یہ انکی ہی سیوا میں خرچ کیا جا رہا ہے ہمیں اس دھارمک پرچے سے منافع کمانا اور دھن اکٹھا کرنا ہرگز مطلوب نہیں ہے۔ تیری بھینٹ تیرے ارپن۔

اوم

قسط ۳۱

دُرگا سپت شتی

(منظوم ترجمہ۔ از کوی لوکناتھ دل)

تیسرا ادھیائے

نشچر دَل کے سر کٹے ہوئے
دیکھے تو گھبرایا نشچر

دیوی کے ہاتھوں میں چکّر
دیکھا تو چکرّایا نشچر

پھر تیر پہ تیر چلانے لگا
پھر شُول پہ شُول چلانے لگا

کھا کر پچھاڑ دھرتی پہ گرا
اُٹھ کر پھر کرودھ میں آنے لگا

دُرگا کا سنگھ اُچھلتا تھا
کبھی نشچر مار گراتا تھا

چھاتی کا رکت پان کر کے
اپنے ستھان پر آتا تھا

چھاونی جلا دی شترُوں کی
اِن تین ۳ نیتروں والی نے

مہا دُرگا نے مہا چنڈیکا نے
مہا مایا نے مہا کالی نے

سینا کا ستیاناش دیکھ کر
کرودھ میں آیا مہشاسُر

پھر رُوپ دھار کر بھینسے کا
اسے دَل ٹکرایا مہشاسُر

اس طرح نہ اپنی دال گلی
تو سنگھ کا رُوپ ہی دھار لیا

جب کاٹنے کو دُرگا دھائی
تو مانو بن کر وار کیا

تب درگا نے سب ہتھیاروں
سے نشچر پر پرہار کیا

پھر برچھا۔ بھالا ہاتھ میں لے
اُس کی چھاتی پر وار کیا

گج راج کے رُوپ میں پھر آیا
آ کر للکارا مہشاسُر

اڑتے اڑتے لڑتے لڑتے
پل بھر میں ہارا مہشاسُر

آتے ہی سنگھ کو کھینچ لیا
ابھیمان بھری نج سونڈ کے بل

پڑ گیا دیوی کا کرودھ آج
اُس سونڈ پہ آ رابن کر چلی

مہشاسُر نے مایا کے بل پر
پھر بھینسے کا روپ دھرا

اور لمبے لمبے سینگوں سے
دُرگا کو ویاکُل کرنے لگا

تب بار بار اُس چنڈکا نے
کئی مدھو کے پیالے پان کئے

دُکھ موچن لوچن لال کئے
ہتھیار ہاتھوں میں تان لئے

وُہ بھی مدرا کے مد میں آ کر
جھوم اُٹھا اور گرج اُٹھا

پرونت کی شِلائیں لے کر
دیوی پر ورشا کرنے لگا

تن گئیں بھویں کالی کالی
لوچن بھی ایسے چمک اُٹھے

دانتوں کی پنکتی چمک اُٹھی
برچھے اور بھالے چمک اُٹھے

دیوی نے اُچھل کر پاؤں میں
مہشاسُر آج دبوچ لیا

اور مہا کال سا شُول اپنا
نشیچر کے کنٹھ میں گھونپ دیا

پھر مایاوی بن کر مانو
بھینسے کے تن سے نکل پڑا

آدھا ہی نکلنے پایا تھا
کہ برچھا اُر میں آن گڑا

تب پھرتی سے مہا مایا نے
مستک راکھش کا کاٹ لیا

بھاگتی ہوئی نشیچر سینا نے
اُونچا ہاہا کار کیا

تب دیوں نے مہرشیوں نے
جے گھوش بلایا بھگوتی کا

مل جل کر اے دل! اک سُور میں
سب نے گن گایا بھگوتی کا

جب مہشاسُر کا بدھ کیا
مہشاسُر مردنی کہلائی

یہ مہا کالی یہ مہا دُرگا
یہ مہا دیوی یہ مہا مائی

اس کال رُوپنی کالی نے
مہشاسُر کا سنگھار کیا

سب دیوں نے پھولوں کی ورشا کی
اور جے جے کار کیا

احکام خدا اور اسکے رسول کی افسوسناک نافرمانی

از شری کانشی رام جی چاولہ لدھیانہ

مالک کے فضل وکرم سے اوائل عمر سے ہی اپنے والدین کی نیک خیالی اور فراخدلی کے اچھے سنسکار اور مہاتماؤں کی نیک سنگت حاصل ہونے سے میرے من میں دھرم پریم کا بیج اُگ آیا تھا۔ اور پھر دھارمک گرنتھوں کے مطالعہ سے اس پریم نے پودے کی شکل اختیار کرلی تھی ہم ابتدا میں ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ اور وہاں کی ایک دھرم شالہ اور ایک مسجد کے سخت بارشوں کے باعث مسمار ہو جانے سے میرے والد ماجد نے ان دونوں کو اپنے خرچ سے از سرِ نو تعمیر کرا دیا تھا۔ اس لئے دھرم یا مذہب کا جو خاکہ میرے من پر ان نیک تاثیرات سے جما تھا وہ یہی تھا ؎

تمہارا ہی بت خانہ کعبہ تمہارا — ہے دونوں گھروں میں اُجالا تمہارا
ایک ہی جلوہ ہمیں نظر آیا دونوں جگہ — کر چکے نظارۂ دیر و حرم اچھی طرح
جھگڑا نہ کر کسی سے سب نیک ہیں یہی کے — کہتے ہیں عقل والے ہر بیں ہے ہر سمایا
ہندو ہیں کیا اور ہے مسلماں ہیں اور — صاحب سب کا ایک ہے وہ باپ رام رحیم

لیکن جب بڑا ہونے پر حقیقی دنیا سے واسطہ پڑا تو حالات بالکل مختلف پائے اور ایک شاعر کے الفاظ میں یہ نقشہ سامنے آیا۔ ؎

جگہ جگہ پر کھڑی ہے سولی قدم قدم پر بچھے ہیں پھندے — دکان کھولی ہے تعصب کی گناہ کے ہو رہے ہیں چرچے
نگاہ ناپاک روح میلی زباں جھوٹی خیال گندے — لڑ جھگڑ کر گذارتے ہیں وقت اپنا خدا کے بندے

ان دردناک حالات کو دیکھ کر بڑا افسوس ہوا۔ اور پھر خیال آیا کہ سب مذاہب کی دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ گرنتھ صاحب اور ویدک دھرم کے گرنتھ تو میں پہلے پڑھتا ہی تھا۔ تب میں نے اپنے ایک نیک مسلمان دوست سے قرآن شریف اصل زبان میں پڑھا۔ انجیل مقدس کا مطالعہ کیا۔ اور پارسی مذہب کی ژند اوستھا۔ بدھ دھرم کا دھمپد، جین دھرم کے سوتروں کا بھی اصل زبانوں میں مطالعہ کیا اور محسوس کیا کہ واقعی یہ دھرم گرنتھ تو سب کے سب یہی کہہ رہے ہیں۔ ؎

پرستش ہے اُسی خالق کی گو فرقِ مذاہب ہے — پہنچتے ہیں وہیں سب اپنی اپنی راہ چلتے ہیں

ایسی صورت حال دیکھ کر امنگ پیدا ہوئی کہ سبھی دھرم گرنتھوں کے پاک احکام یکجا بہن بھائیوں کے سامنے پیش کئے جائیں۔ چنانچہ اردو اور انگریزی میں کچھ کتابیں لکھیں جن میں سارے مذاہب کی حقیقی تعلیم کا اظہار کیا گیا۔ عالم اور فاضل بزرگوں اور ہر خیال اور ہر ملت کے اخبارات نے راقم کے اس اقدام کی بے حد قدردانی کا اظہار فرمایا۔

بعد ازاں اسلام کی حقیقی تعلیم پر ایک جدا کتاب بعنوان " اے مسلم بھائی " لکھی جس میں قرآن پاک اور احادیث

سے حوالجات پیش کر کے دکھایا گیا کہ ان میں انسان کیلئے اپنی فلاح و بہبود کے لئے بالفاظ جناب حالی یہی راہ دکھائی گئی ہے

۵ - یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا — خلائق سے ہے جسکو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں — کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

لیکن جو الم ناک حالات مشرقی بنگال کے حالیہ بحران کے دوران واقعہ ہوئے ہیں۔ انہیں تو سنکر اور پڑھکر روح کانپ اٹھتی ہے جس ظلم و بربریت کا وہاں کے نہتے اور بے گناہ انسانوں کو نشانہ بنایا گیا ہے جو جور و ستم وہاں ڈھائے گئے ہیں۔ جو بے پناہ ہلاکت اور خوفناک تباہی وہاں عمل میں آئی ہے۔ جس طرح نسل کشی کے ارادہ سے قتل عام کا دردناک دور و دورہ روا رکھا گیا ہے۔ اُسے پڑھکر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کی بربادی اور غارت گری وہاں عمل میں لائی گئی ہے اُسے دیکھکر تو شاید جنگلی درندے بھی ان ظالموں پر لعنت بھیجیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ نیک انسانوں کو تہ تیغ کیا گیا ہے۔ نہ صرف گھر بلکہ گاؤں کے گاؤں جلا دیئے گئے ہیں۔ معصوم بچیوں کی عصمت پر ڈاکہ ڈالنے کے بعد ان کو اس جہان سے ہی روانہ کر دیا گیا ہے عبادت گاہوں کو تباہ کیا گیا ہے۔ لوگوں کو جھوٹا بھروسہ دیکر موت کے گھاٹ اُتارا گیا ہے

یہ سب کچھ کس نے کیا ہے اور کن کے ساتھ کیا ہے؟ یہ کیا ہے اللہ اور رسول کے پیروؤں نے اپنے ہی ملکی بھائیوں کے ساتھ۔ نہ صرف غیر مذہب کے لوگوں کے ساتھ بلکہ اپنے ہم مذہب بھائیوں کے ساتھ بھی اور پھر یہ کیا بھی سب کچھ گیا ہے اسلام کی دہائی دیکر۔ آؤ دیکھیں کہ اسلام کی جان یعنی قرآن کریم اور اسلام کے بانی رسول علیٰ کیا فرماتے ہیں۔

اپنی نزع کے وقت حضرت صلعم نے اپنے صحابہ کو جمع کر کے جو آخری نصیحت کی تھی۔ پہلے تو وہ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ "میں تم کو خدا سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں میں تم کو خوف اور خوش خبری دونوں سناتا ہوں کہ تم خدا کے احکام میں زیادتی نہ کرو! اور اُس کے شہروں میں زیادتی نہ کرو۔ اور اس کی مخلوق پر زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ خدا نے مجھ سے بھی یہ کہا ہے کہ آخرت کا گھر یعنی جنت ایک ایسا مقام ہے کہ جس کے مالک صرف اُن لوگوں کو بناؤنگا جو زمین میں سرکشی کے مرتکب نہ ہوں اور نہ زمین ...... پر فساد کرتے ہوں"۔

اب آپ دیکھئے کہ کیا ان ظالموں نے حضرتؐ کی اس آخری نصیحت کی سراسر نافرمانی نہیں کی۔ پھر انکی پاکیزہ احادیث کے یہ فرمان ہیں۔

۱ - جس کے شر سے پڑوسی بے خوف نہ ہو وہ مسلمان نہیں خواہ پڑوسی کافر ہو خواہ مومن۔"

۲ - پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے۔ اگرچہ وہ تمام رات عبادت کرے اور تمام دن روزے سے رہے۔"

۳ - ہر نیک و بد کے ساتھ نیکی کر۔ اگر دوسرا نیکی کئے جانے کے قابل نہیں تو تجھ میں نیکی کرنے کی اہلیت ہے۔"

۴ - ہر قوم کے معزز آدمی کی تعظیم کر۔"

۵ - دو بھائیوں میں صلح کرا دینا لاکھ سے نماز اور صدقے سے بڑھکر ہے۔"

۶ - ہمیشہ کے لئے جھگڑے کرنے کا اکیلا گناہ تیرے عذاب کے لئے کافی ہے۔"

۷۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ کمینہ پن اس شخص کے دل میں ہے۔ جو بہت جھگڑے بکھیڑے اور مباحثے کرتا ہے۔"

۸۔ شرک کے بعد بدترین گناہ ایذا رسانی خلق ہے۔"

۹۔ جس کسی نے ظالم کی مدد کی اُس نے گویا غضب الٰہی سر پر لے لیا۔"

۱۰۔ مظلوم کی بددُعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اور خُدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔"

۱۱۔ لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اسے ظلم کرنے سے باز نہ رکھ سکیں تو ممکن ہے خُدا جلدی ان کے سر پر عذاب نازل کرے۔"

۱۲۔ جو شخص کسی برائی میں حاضر ہو یا اسکو دیکھ کر راضی ہو تو گویا اس نے خود برائی کی۔"

۱۳۔ اگر ایک شخص مشرق میں مارا جائے اور دوسرا شخص مغرب میں اسکے قتل سے راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اس گناہ کا حصہ دار ہوگا۔"

۱۴۔ ایمان کے بعد افضل ترین نیکی خلق کو آرام دینا ہے"

"اے مسلم بھائی" اگر آپ اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو اس کتاب "اے مسلم بھائی" کا مطالعہ فرمائیے جس کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے۔ اس سے آپ کو پتہ لگے گا کہ واقعی اسلام کیا ہے۔ اس کا ظہور کس مقصد کے لئے ہوا۔ دین اسلام کو انکے رہبران نے کس طرح پھیلایا اور انہوں نے کتنی رواداری اور امن پسندی سے کام لیا۔ پیغمبر اسلام اور اسکے خلفاء نے اپنی زندگی میں اسلام کا کیا نقشہ پیش کیا۔ پھر آپ کو پتہ لگے گا کہ موجودہ وقت میں اسلام کے پیرو دین اسلام کی کس طرح مٹی پلید کر رہے ہیں۔ ۲۷۲ صفحہ کی مجلد کتاب کی قیمت مصنف نے اسلام کی حقیقت کو آشکار کرنے کیلئے صرف ڈیڑھ روپیہ رکھی ہے جو آپکو دفتر رسالہ آدم اجمیری گیٹ دہلی سے مل سکتی ہے۔"





अद्भुत बालक

Monthly 'OM' Delhi.

VOL. 38 AUGUST 1971 Regd. No. D—209

فہرست کتب

دھارمک رسالہ اوم دہلی سے مندرجہ ذیل کتب منگوا کر جیون کو سپھل بنائیں

پرشوتم اناک ۱۹۶۴ء تقریباً پچاس
مضامین کا مجموعہ۔ قیمت اڑھائی روپے
آستک ناستک سنواد سوامی شوانند جی
قیمت صرف 25 پیسے
برہمچریہ (ڈرامہ) قیمت صرف 50 پیسے۔
لندن یاترا اور مرتک آتماؤں کے
ساتھ وارتالاپ قیمت 50 پیسے
روحوں کی دنیا۔ ساڑھے تین 3½ روپے
شریمد بھگوت گیتا مجلد مترجم و تشریح
از شری رام لال پربھاکر 4½ روپے
یوگ وشسٹ سار اردو 3/- روپے
گیت منظوم۔ از خواجہ دل محمد ایم اے پرنسپل
شلوک وار منظوم ترجمہ ہے۔ قیمت 3/-
جپ جی و سکھمنی صاحب منظوم۔ از خواجہ
دل محمد صاحب ایم۔ اے۔ (3/50)
تلسی رامائن مکمل باتصویر مجلد اردو
سلیس زبان میں معہ شلوک و ترجمہ 16/50
پربھو کے ساکشات درشن۔ 1/- روپیہ
لق پراونت، پیر کا بھیس رتے 1/- ״
ستیہ درشن مصنفہ پروفیسر نرمل چندر جی،
قیمت رعایتی دو روپے (2/-)

گوبند پرکاش (ہندی) قیمت 3½ روپے
وویک چوڑامنی اردو 2½ روپے
وچار مالا 1/- ویدانت بودھ 20 پیسے
آتم جگیاسا 50/- رام گیتا 15 پیسے
میں کون ہوں۔ قیمت صرف 10 پیسے
آتم اناتم وویک 10 پیسے
کلام مضطر۔ پچاس پیسے
پرمانند کی پراپتی 70 پیسے
برہم سوتر ہندی 16/- روپے
گوبند پرکاش (ہندی) مصنفہ سری سوامی
گوبندآنند جی مہاراج۔ صفحات 640
قیمت لاگت کے مطابق 3½ روپے
ہندو دھرم کی عظمت اردو 2/- روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی ایڈیشن بھاگ 8/- روپے
شریمد بھگوت گیتا مترجم بخشی ترنکھداس
چھ بھاگ قیمت 6½ روپے
رتن رامائن 2½ روپیہ
تحقیقی آنند کا راستہ 2/- روپے
آئے مسلم بھائی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ
پریت سینے۔ قیمت دس آنے۔
آدرش ماتو (ہندی) قیمت چھ روپے

امرت بندو (ہندی) قیمت ۱۲ آنے
من جیتے جگ جیت (ہندی)
قیمت تین روپے (3/-)
آدرش پریوار (ہندی) قیمت تین روپے
پردہ مجاز۔ منشی پریم چند۔ قیمت چھ روپے
روٹھی رانی۔ ״ ״ ״ 1/50
کربلا۔ 3/- خواب خیال 3½ روپے
شیواجی۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔
روحانی اشارے۔ ایک روپیہ چار آنے
سائیں کے سو خیال۔ ایک روپیہ آٹھ آنے
کبیر بھجناولی۔ قیمت دو روپے چار آنے
سولہ سنگار۔ پانچ روپے
بیوی اور بیسوا۔ کشن چند زیبا 1/-
رامائن امرت 1/- روحانی کرنیں 2/- روپے
شیو پوران اردو۔ قیمت چار روپے
یوگ واشسٹ اردو 3½ روپے
انوبھوتی پرکاش ہندی حصہ چہارم 6/- روپے
شنکر دگ وجے ہندی 4/50 روپے
علم الروح۔ روحانی گیان 1/50 روپے
گھر کا ڈاکٹر اردو مجلد 5/- روپے
سوانح سوامی رام تیرتھ 2/50 روپے

...blic Printing (Delhi) Service at B. M. H. Press Ajmeri Gate, Delhi